برقی مجلّہ

بہ فیضان

قبلہ مناظر اسلام رئیس التحریر علامہ ارشد القادری

بیاد

فاتح دیوبندیت محدث اعظم مولانا سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ و مولانا حشمت علی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ نمبر 1

# ضربِ اہلِ سنّت

مدیر اعلیٰ

نوید احمد نقشبندی

مجلہ حاصل کرنے کے لیے وزٹ کیجیے
http://www.zarbeahlaysunnat.blogspot.com/

بطرز

مفتی شریف الحق امجدی

## ردِ بدمذہب پر چند اہم کتابیں

http://www.zarbeahlaysunnat.blogspot.com/
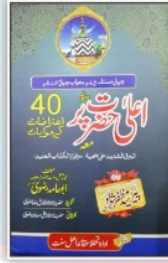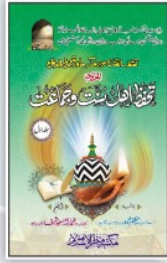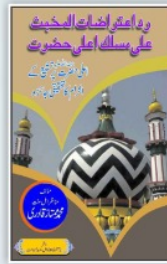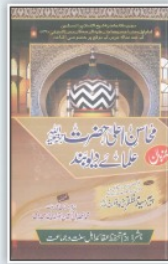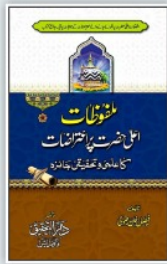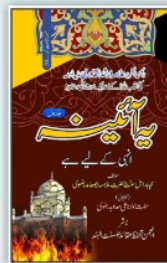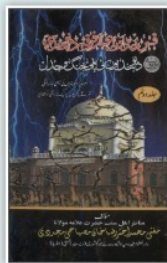
بسم اللہ الرحمن الرحیم

برقی مجلہ

# ضرب اہلسنت

شمارہ نمبر ۱

صفحہ نمبر

## فہرست

# اداریہ مدیر اعلی کے قلم سے

قارئین ! دور حاضر میں اسلامی ممالک میں نظریاتی بحران ایک وبا کی صورت اختیار کر چکا ہے ۔خود کو مسلمان کہلوانے میں ملت اسلامیہ ایک عجیب قسم کی شرمندگی محسوس کرتی ہے ،جس کی بنیادی وجہ ایسے فتنوں کا ظہور ہے جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو اس قدر مسخ کر دیا ہے کہ عامۃ الناس کے لئے راہ حق کی تلاش جوئے شیر لانے کے مترادف ٹھہری ہے ،اور اس قسم کا نظریاتی اختلاف انہیں دین اسلام سے متنفر کرنے کا سبب بن رہا ہے ۔لہذا موجودہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے نوجوان اسلام کے لئے ایک ایسا برقی مجلہ شائع کیا جا رہا ہے جس میں غیر محتاط رویے اور غیر اسلامی نظریات پہ برملا تنقید پیش کی جائے گی ،خاص طور پہ وہ حضرات جو اسلام کا لیبل لگا کر غیر اسلامی نظریات کا پرچار کرنے میں دن رات مصروف ہیں ۔ان میں خاص طور پہ علماء دیوبند سے منسوب ایک گروہ بھی ہے جس کا کام سوائے امت اسلامیہ پر کیچڑ اچھالنے کے اور کچھ نہیں ۔ان کی جانب سے ہمہ وقت اشتعال انگیز لٹریچر منظر عام پہ لا کر فرقہ واریت کو مسلسل ہوا دی جا رہی ہے ،اس لئے جہاں ہم دوسرے فتنوں پہ علمی تنقید ہدیۂ قارئین کریں گے وہاں اس مجلہ کا اصلی ہدف یہی حضرات ہیں جنہوں نے ہر فتنہ کی ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا ہے ،اس کے علاوہ اس مجلہ میں دیگر علمی مضامین بھی شامل کئے جائیں گے ،اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس مجلہ کو کامیابیوں و کامرانیوں سے نوازے ۔آمین !

# عقیدہ ختم نبوت اور چند شبہات کا ازالہ

نوریز احمد نقشبندی

قارئین! اسلام کے اساسی نظریات میں سب سے اہمیت کا حامل عقیدہ ختم نبوت ہے، اور یہی وہ عقیدہ ہے جس پہ نقب زنی کر کے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا، اس عقیدہ کے متعلق عامۃ الناس میں شبہات ڈالنے کے لئے مرزائی حضرات کی جانب سے کئی کتابیں شائع کی گئی، جن میں سے کچھ کتابچے ہمای نظر سے گزرے، اس سلسلہ میں ان پہ مختصر تبصرہ اور ان کے چند مغالطات کی وضاحت ہدیئہ قارئین کی جاتی ہے۔ مرزائی مولف لکھتے ہیں:۔

''مگر یہ ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا کی کسی لغت میں لفظ خاتم مقام مدح میں آکر خاتم کے معنی بند کرنیوالا یا روکنے والا درج نہیں'' (قول سدید ص ۲۲)

ہم عرض کرتے ہیں کہ موصوف کو یہ دعویٰ کرنے سے قبل کم ازکم اپنی کتب کا مطالعہ ضرور کر لینا چاہئے تھا تاکہ جگ ہنسائی سے محفوظ رہتے مگر جب آپ ایسے شخص کے نبی ہونے پہ ایمان لائے بیٹھے ہوں جسے کم ازکم ایک شریف انسان بھی نہیں کہا جا سکتا تو آپ سے کچھ بعید نہیں، خیر پہلے تو ہم جناب کو ان کے گھر کی کتب کی سیر کروائے دیتے ہیں، پھر ان کے سطحی قسم کے شبہ کا ازالہ کئے دیتے ہیں۔ جسٹس قاضی نذیر صاحب فاضل سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ لکھتے ہیں:۔

''احمدی بھی خاتم کے لازمی معنی اس جگہ آخری شارع نبی اور آخری مستقل نبی مانتے ہیں'' (تحقیق عارفانہ ص ۲۶) خالد احمدیت جناب ابوالعطاء جالندھری لکھتے ہیں:۔

''میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس تعبیر وتفسیر کو من وعن مان لینے سے بھی اتناہی ثبات ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری صاحب شریعت نبی ہیں'' (تفہیمات ربانیہ ص ۷۵۹)

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ خود قادیانی حضرات کو خاتم کا معنی آخری ماننے میں کوئی تعامل نہیں مگر انہیں یہ اعتراض ہے کہ یہ آخری معنی مجازی ہے اور اس سے مراد شریعت میں آخری نبی ہونا ہے، جبکہ یہ بات بھی درست نہیں تفصیل میں جائے بغیر اگر اس نقطہ پہ ہی کچھ دیر کے لئے غور وفکر کر لیا جائے کہ یہ تفسیر کسی مفسر سے منقول نہیں تو اس تاویل کا بوگس اور لایعنی ہونا خود بخود

واضح ہو جائے گا، پھر خود قرآن کا سیاق و سباق بھی اس جگہ محض تشریعی نبوت کو مقید نہیں کرتا، اس لئے یہاں خاتم (ت کی زبر کے ساتھ) آخری کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔ پھر جہاں تک لغت میں اس کے معنی کی بات ہے تو ہمارے قارئین کی بصارت اگر بوجھ سے دو چار نہ ہو تو ایک دفعہ پھر ماقبل میں موجود لغت کے حوالہ جات سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیجئے، اور اس ٹھنڈک میں ہم مزید اضافہ کیے دیتے ہیں، امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ مختلف آیات میں خاتم کے مختلف معنی کا تعین کرتے ہوئے آیت خاتم النبیین کی بحث میں لکھتے ہیں:۔ ''خاتم النبیین: لانہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ''

ترجمہ:۔ یعنی خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ نبوت ختم ہوگئی اور آپ کی آمد سے یہ تمام ہوگئی'' (مفردات راغب ص ۱۴۲) اور اس لغت کے متعلق مرزائی محقق لکھتے ہیں:۔

''آیئے ذرا آپ صاحبان کو لغت قرآن مجید کی مستند ترین کتاب مفردات راغب کا مطالعہ کرائیں'' (تحقیق عارفانہ ص ۳۴)

اب ان حقائق کے باوجود اس معنی کا انکار محض تعصب ہے، اس جگہ کچھ حضرات یہ شبہ بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر یہاں خاتم سے مطلق آخری نبی مراد تو حضرت عیسیٰ کی آمد کی کیا توجیہ ہوگی؟ ان کے تشریف لانے سے تو آخری وہ ٹھہرے'' اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ شبہ خود مرزا صاحب نے بھی پیش کیا ہے اس لئے اس کا تذکرہ بھی یہاں ضروری ہے۔ اولاً تو اس لایعنی اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس لحاظ سے آخری ہیں اس کا تعین کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:۔

'' کنت اول النبیین فی الخلق و آخر ھم فی البعث '' (ابن ابی شیبہ ج ۷، ص ۴۳۸)

ترجمہ:۔ یعنی میں تخلیق کے لحاظ سے پہلا اور بعث کے لحاظ سے آخری ہو''

اس لئے کیونکہ اب حضرت عیسیٰ کی بعثت نہیں ہوگی، وہ نبی تو ہونگے مگر حثیت ولی کی سی ہوگی اس لئے انکا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں۔ ثانیاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسے ہے جیسے ایک آدمی نے حسین و جمیل گھر بنایا، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ اب لوگ گھوم پھر مکان دیکھنے لگے اور اس کی خوبصورتی پر حیران ہونے لگے۔ مگر یہ بھی کہنے لگے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

: میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں'' (بخاری و مسلم) اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاتم النبین کے معنی کو واضح کردیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے سے نبوت کا محل مکمل ہو گیا ہے اب اس میں کسی اینٹ کا اضافہ نہیں ہوگا، اسی لئے کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام کی آمد سے اس محل میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوتا لہذا آپ علیہ السلام کی آمد ختم نبوت کے ہرگز منافی نہیں۔ مرزائی مولف مزید لکھتے ہیں:۔

اس واسطے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ (۲) قولو خاتم النبیین ولا تقولو لا نبی بعدی یعنی خاتم النبیین تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہو مگر یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ خاتم النبیین حضرت عائشہ کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معزز خطاب ہے نہ کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں'' (قول سدید ص ۲۵)

ولا تو اس کی سند میں محمد بن سیرینؒ کا سماع حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں، اور ایسی روایت حجت نیست۔ پھر اس کو قول کا محمل حضرت عیسی کی آمد ہے یعنی کوئی سادہ سا شخص یہ ہرگز نہ سمجھے کہ کوئی پرانا نبی بھی نہیں آسکتا، جیسا کہ مجمع البحار میں یہ تصریح موجود ہے'' وھذا ناظرا الی نزول عیسیٰ بن مریم '' (مجمع البحار ج ۵ ص ۵۰۲) اور ہم واضح کرچکے کہ آپؑ کی آمد ختم نبوت کے منافی نہیں، یہی جواب حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت کا ہے۔ ثانیا یہ مکمل روایت خود مرزائی مذہب کے خلاف ہے کیونکہ اس میں موجود ہے کہ آپ علیہ السلام کا نزول ہوگا، آپ تشریف لا کر خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے اور بعد میں آکر نکاح فرمائیں گے کیونکہ پہلے آپ کی شادی نہ ہوئی اور یہ سب تصریحا تمرزائی مذہب کا جنازہ نکالنے کے لئے کافی ہیں، اس لئے یہ روایت ہمیں مضر نہیں اور قادیانی طبقہ کو مفید نہیں بلکہ ان کے لئے سم قاتل ہے۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ خود مرزا کے نزدیک سلف کے اقوال مستقل حجت کا درجہ نہیں، وہ لکھتے ہیں:۔

''اور اقوال سلف وخلف درحقیقت کوئی مستقل حجت نہیں'' (روحانی خزائن ج ۳ ص ۳۸۹)

اس کے بعد مرزائی مولف لکھتے ہیں:۔

''خاتم النبیین بھی ایک جملہ ہے، خاتم اور النبیین دو لفظوں سے مرکب ہے اب اگر خاتم کے معنی لغت میں الگ دیکھیں اور نبیین کے الگ تب معلوم ہوگا کہ لغت کی کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں خاتم کے معنی مہر کے نہیں لکھے ۔۔ پس ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر ہی

ہیں“ (قول سدید ص ۲۸)
جی آپ کے منگھڑت اختراعی حاشیہ سے مرزائی مذہب کے نزدیک تو یہ معنی ثابت ہو سکتے ہیں مگر اہل اسلام کے نزدیک یہ معنی ہرگز کسی مفسر سے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتے۔ پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ خاتم النبیین میں النبیین کا لفظ جمع کے معنی میں استعما ہوتا ہے اور عربی میں جمع کا اطلاق کم از کم تین پہ ہوتا ہے جبکہ خود مرزائی صرف مرزا کو ہی نبی مانتے ہیں لہذا یہ معنی تو خود مرزائی حضرات کو بھی مفید نہیں۔ ایسے ہی خود مرزا قادیانی نے اپنے لئے خاتم الاولاد کا لفظ استعمال کیا ہے (روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۴۷۹) کیا مرزائی یہاں بھی خاتم کا معنی مہر کریں گے؟
پھر لکھتے ہیں:۔
”بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بعض، مفسرین کے اقوال بھی درج کر دیئے جائیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان بزرگوں نے خاتم النبیین کا سے کیا مطلب سمجھا“ (قول سدید ص ۲۹)
جی ہم بھی مفسرین کے اقوال سے اس بحث کو مزین کئے دیتے ہیں تا کہ یہ اظہر من الشمس ہو جائے کہ خاتم النبیین کا معنی امت کے نزدیک کیا ہے، صاحب تفسیر ابن جریر حضرت قتادہ سے نقل کرتے ہیں:۔

”ای آخرھم“
ترجمہ: یعنی خاتم سے مراد آخری ہے“ (تفسیر ابن جریر ج ۱۲ ص ۲۰)
مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

”فھذہ الایۃ نص فی انہ لا نبی بعدہ واذا کان لانبی بعدہ فلارسول بعدہ“ (تفسیر ابن کثیر ج ۴۲۸)

تفسیر البحر المحیط میں ھے کہ :ختمھم ای جاء آخرھم “(البحر المحیط ج ، ص ۲۳۶)

تفسیر بغوی میں ھے :۔”ختم اللہ بہ النبوۃ “(تفسیر بغوی ج ۵ ص ۱۱۰)

ان تمام حوالہ جات سے ہمارا موقف ثابت ہو گیا، اب موصوف نے جو حوالہ جات پیش کئے ان پہ تبصرہ پیش خدمت ہے (جاری ہے۔۔۔)

## طلوع سحر (خلیل احمد رانا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ پر جہاں کئی ایک جھوٹے، بے بنیاد اور من گھڑت الزام واتہام لگائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ!

**''والجدیر بالذکر ان المدرس الذی کان یدرسہ مرزا غلام قادر بیک کان اخا للمرزا غلام احمد المتنبی القادیانی''**

(احسان الٰہی ظہیر، البریلویہ (عربی)، مطبوعہ لاہور، ص ۲۰)

ترجمہ۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔

(احسان الٰہی ظہیر، البریلویہ (اُردو)، مطبوعہ لاہور، ص ۴۱)

عرب کے ایک نجدی قاضی عطیہ محمد سالم نے کتاب ''البریلویہ'' پر تقدیم لکھی اور قاضی ہونے کے باوجود بغیر تحقیق کے کہا!

''بریلویہ کے بانی کا پہلا استاذ، مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا، لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ قادیانیت اور بریلویت دونوں استعمار کی خدمت میں بھائی بھائی ہیں''۔

(عطیہ محمد سالم، تقدیم البریلویہ، عربی، مطبوعہ لاہور، ص ۴)

بغض اور حسد ایسی روحانی مہلک بیماریاں ہیں کہ جب انسانی دل ودماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں تو انسان میں حق وانصاف کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے، تحقیق اور حق کی راہیں مسدود

ہو جاتی ہیں اور انسان شکوک و شبہات کی عمیق دلدل میں پھنس کر راہ حق اور صراط مستقیم سے کوسوں دور ہو جاتا ہے۔

احسان الٰہی ظہیر غیر مقلد بھی ایسی خطرناک بیماریوں کا شکار ہوا، اور ایک صالح عاشق رسول پر بے جا بہتان لگایا، اب تو دنیا میں تعصب کے اندھے حواری واہ واہ کردیں گے، مگر میدان محشر میں احسان الٰہی ظہیر اور اس کے حواریوں کے پاس اس بہتان کا کیا جواب ہوگا؟۔

قارئین کرام! امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے ابتدائی کتب کے استاذ مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ اور مرزا غلام قادر بیگ گورداسپوری دو الگ الگ شخصیتیں ہیں، فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے استاذ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی کہنا تحقیق و مطالعہ سے یتیم، سراسر ظلم عظیم اور بغض رضا کا سبب ہے، یہ دھاندلی اسی وقت تک چلتی ہے جب تک حقیقت سامنے نہ ہو، لیکن جب سحر طلوع ہوتی ہے تو اندھیرے بھاگنا شروع ہو جاتے ہیں۔

مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی بن حکیم مرزا حسن جان بیگ علیہ الرحمہ

حضرت مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بن حکیم مرزا حسن جان بیگ لکھنوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ، یکم رمحرم الحرام ۱۲۴۳ھ/ ۲۵ر جولائی ۱۸۲۷ء کو محلہ جھوائی ٹولہ لکھنؤ (یوپی، ہندوستان) میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد نے لکھنؤ سے ترک سکونت کر کے بریلی میں سکونت اختیار کرلی تھی، آپ کی رہائش بریلی شہر کے محلہ قلعہ میں جامع مسجد کے مشرقی جانب تھی، آپ کا رہائشی مکان بریلی شریف میں اب بھی موجود ہے، آپ کے بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ بریلوی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے مولانا مرزا محمد جان بیگ رضوی علیہ الرحمہ نے خاندانی تقسیم کے بعد ۱۹۱۴ء میں پرانے شہر بریلی میں سکونت کرلی تھی، مگر مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کی سکونت محلہ قلعہ ہی میں رہی۔ آپ کا خاندان نسلاً ایرانی یا ترکستانی مغل نہیں ہے بلکہ مرزا اور بیگ کے خطاباتِ اعزاز، شاہانہ مغلیہ کے عطا کردہ ہیں، اسی مناسبت سے آپ کے

خاندان کے ناموں کے ساتھ مرزا اور بیگ کے خطابات لکھے جاتے رہے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نقشبندی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے، حضرت احرار رحمۃ اللہ علیہ نسلاً فاروقی تھے، اس طرح آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔

مغل بادشاہ ظہیر الدین بابر اور اس کے والد، حضرت خواجہ عبید اللہ احرار سے بیعت تھے، اس لئے بابر اور اس کے جانشین، حضرت خواجہ احرار کی اولاد سے فیض روحانی حاصل کرتے رہے، لیکن جلال الدین اکبر کے دور میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور اس خاندان کے بزرگ واپس وطن لوٹ گئے، مغل بادشاہ نور الدین جہانگیر نے اپنے دور میں اپنے خاندانی بزرگوں سے رجوع کیا، لہذا اس خاندان کے بزرگ تاجکستان سے پھر ہندوستان آ گئے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد کرام بھی شاہانہ مغلیہ سے وابستہ رہے ہیں، اسی زمانہ سے ان دونوں خاندانوں کے قریبی روابط رہے ہیں، مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے حقیقی بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ کے پوتے مرزا عبد الوحید بیگ بریلوی کی دو ہمشیرگان امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے خاندان میں بیاہی گئیں، ایک حضرت مفتی تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کے تایا زاد بھائی حافظ ریاست علی خاں مرحوم کو اور دوسری فرحت علی خاں کے فرزند شہزادے علی خاں مرحوم کو۔

مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ کے بھائی مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ جب جامع مسجد بریلی کے متولی مقرر ہوئے تو آپ نے مسجد سے ملحقہ امام باڑہ سے علم اور جھنڈے وغیرہ اتروا دیئے، آپ کے اس فعل سے بعض جاہل شر پسند رافضی لوگ آپ کے خلاف ہو گئے، تو اس وقت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے دادا مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا تھا کہ متولی مسجد صحیح العقیدہ سنی حنفی ہیں اور عمارت مسجد سے امام باڑہ کو ختم کرنا شرعاً جائز ہے، یہ فتویٰ کرم خوردہ

آج بھی بریلی شریف میں مولانا مرزا مطیع اللہ بیگ علیہ الرحمہ کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ کے پاس موجود ہے۔

مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ اور امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمتہ اللہ علیہ کے درمیان محبت ومروت کے پرخلوص تعلقات تھے، اس لئے مولانا مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کی تعلیم اپنے ذمہ لے لی تھی، آپ کے دیگر تلامذہ آپ کے مطب واقع محلہ قلعہ متصل جامع مسجد بریلی ہی میں درس لیا کرتے تھے، مگر صغرسنی اور خاندانی وجاہت کی وجہ سے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو ان کے مکان پر ہی درس دیتے تھے۔

(ماہنامہ ''سنی دنیا'' بریلی، مضمون ''مولانا حکیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی'' مضمون نگار، مرزا عبدالوحید بیگ، شمارہ جون ۱۹۸۸ء، ص ۳۷)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ابتدائی کتابیں، میزان، منشعب وغیرہ مولاما مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ سے پڑھیں۔

(۲۔مولانا ظفرالدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ا، ص ۳۲)

مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی لکھتے ہیں!

''اُردو اور فارسی کی ابتدائی کتب آپ (مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ) نے مولانا مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ سے پڑھیں''۔

(مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۳۹۴)

پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی)، بریلی کے اسلامی مدارس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

''مولانا محمد احسن نے بریلی کے اکابر وعمائد کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی ''مصباح التہذیب'' ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۷۲ء میں قائم کیا......اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے''۔

(پروفیسر محمد ایوب قادری، مولانا محمد احسن نانوتوی، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء، ص ۸۲)

مولوی محمد حنیف گنگوہی دیوبندی لکھتے ہیں!

''اس مدرسہ (مصباح التہذیب) کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے اور مولوی سخاوت حسین، سید کلب علی، مولوی شجاعت، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حبیب الحسن درس دیتے تھے''۔

(مولوی محمد حنیف گنگوہی، ظفر المحصلین باحوال المصنفین، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۲۹۵)

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں!

میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم ومغفور (مولانا مرزا غلام قادر بیگ) کو دیکھا تھا، گورا چٹا رنگ، عمر تقریباً اسّی سال، داڑھی سر کے بال ایک ایک کر کے سفید، عمامہ باندھے رہتے، جب کبھی اعلیٰ حضرت (مولانا احمد رضا خاں) کے پاس تشریف لاتے، اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت وتکریم کے ساتھ پیش آتے، ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امر تلالین میں تھا، وہاں سے اکثر سوالات جواب طلب بھیجا کرتے تھے، فتاویٰ رضویہ اکثر استفتاء اُن کے ہیں، انہیں کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ ''تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین'' (۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء) تحریر فرمایا ہے''۔

(مولانا ظفر الدین بہاری، حیات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۳۲)

مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا، جب کہ مولانا

مرزا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ ۱۸۸۷ء میں امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ سے استفتاء کر رہے ہیں، فوت ہونے کے چار سال بعد استفتاء کیسے کیا جا سکتا ہے ؟۔۔۔جاری ہے

## شکوہ کرنے کو بھی لازم ھے شعور

(نوریز احمد نقشبندی)

دورِ حاضر میں امت مسلمہ کی زبوں حالی کا ایک سبب آپس کا داخلی انتشار بھی ہے، اور ایسے عناصر جو اس کا سبب بنے ان کی نشاندہی اور تردید دونوں ضروری ہیں۔ اس سلسلہ میں کی جانے والی ہر کاوش ہر مسلمان کی طرح بندہ ناچیز کے لئے بھی سوہان روح ہوتی ہے۔ خاص طور پہ امت کے اختلاف وسیع خلیج کو کم کرنے کے لئے لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ بندہ ناچیز کا محبوب مشغلہ ہے، اور اسی جذبہ کے تحت حسنین الامینی صاحب کتاب ''امر مسلمہ میں اختلاف کیوں'' نظر سے گزارنے کا اتفاق ہوا۔ موضوع کتاب کی بدولت ہم یہ امید لگا بیٹھے کہ مصنف نے انتہائی غیر جاندانہ طریقہ سے طرفین کے درمیان اختلافات پہ گفتگو کی ہوگی اور حقائق کو منظر عام پہ لانے کی کوشش کی ہوگی۔ مگر کتاب کے ابتدائی صفحات ہی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ مصنف کا جانبدارانہ رویہ عنوان کتاب سے قائم شدہ تاثر کو زائل کئے دیتا ہے۔ مصنف نے اختلاف کی سار ذمہ داری اپنے مخالف مسلک پہ ڈال دی، لیکن اس کے ساتھ ظلم عظیم یہ فرمایا کہ بجائے غلط نظریات کی

توجیہہ یا اعلان برات کے انہیں اتہام قرار دیا اور یہ شگوفہ قارئین کو مراحمت کیا کہ یہ نظریات ان کے نہیں بلکہ مخالف نے الزام تراشی کی ہے۔ جناب رقم طراز ہیں:۔

''شیعہ سنی کے درمیان نفرت اور کشیدگی کی ایک بڑی وجہ شیعہ عقائد و نظریات کی من مانی تشریح ہے۔اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ مختلف اسلامی فرقوں کے درمیان فروعی اختلافات موجود ہیں مثلاً نماز کے فرض ہونے پر اتفاق ان کے پانچ ہونے پر اتفاق رکوع وسجود کرنے پر اتفاق ہونے کے ابووجداس کی بعض جزیات میں اختلاف بھی ہے اسی طرح امامت کے شیعہ بھی قائل ہیں اور برادارن اہلسنت بھی لیکن اس مسئلہ اختلاف ذرا زیادہ ہے لیکن مسلمانوں کے درمیان کشیدگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب دوسرون کے عقائد ونظریات کی اپنی مرضی سے تشریح شروع کردی جاتی ہے مثلاً شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد اپنے نائبین کی تعداد کے متعلق خود فرمایا ہے کہ وہ بارہ ہوں گے۔اب شیعہ نظریہ امامت کے متعلق جو نفرت انگیز باتیں شیعوں کے ذمے لگائی جاتی ہین ان مین سے یہ چند ہیں:۔

۱۔نبی تو اللہ بناتا ہے لیکن شیعہ کہتے ہیں کہ امام بھی اللہ تعالیٰ مقرر کرتا ہے

۲۔شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آئمہ پر معاذ اللہ وحی نازل ہوتی ہے

۳۔شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آئمہ معاذ اللہ جس حکم شریعت کو تبدیل کرنا چاہیں کر سکتے ہیں'' (امت مسلمہ میں اختلاف کیوں ص ۱۴۹)

قارئین اسکے متعلق تو ہم کچھ بھی بیان کرنے سے قاصر ہیں، مگر ہمیں ضرور اس اقتباس نے ورطہ حیرت میں ڈال دیا، جس کا بنیادی سبب یہ تھا کہ ان اوراق کا راقم کتب شیعہ سے عقائد شیعہ کا مطالعہ کر چکا تھا، اب جو عقائد واضح اور مبرھن طور پہ ان کی کتب میں موجود ہیں، ان سے اس طرح لاتعلقی آخر کیوں برتی جارہی ہے۔موصوف کی اس بات سے ہم اتفاق کرتے ہیں کہ کسی کے عقیدہ کی من مانی تشریح قابل قبول نہیں مگر صاف اور واضح عبارات سے اخذ کردہ عقیدہ کا

انکار بھی درست نہیں۔ جناب کا ان عقائد کو نفرت انگیز قرار دینا بھی خوش آئندہ ہے، کیونکہ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ عقائد واقعی کتب شیعہ میں موجود ہیں، تو ان کی نفرت انگیزی کے سبب معاشرے میں افتراق وانتشار کے ذمہ دار حضرات کے چہرے سے نقاب الٹنے میں آسانی ہوگی ۔حسین صاحب نے سب سے اول جو عقیدہ نقل فرمایا ہے وہ بہت سی کتب شیعہ میں موجود ہے ،ہم بحوالہ اس کو نقل کئے دیتے ہیں، تاکہ اس بات کی بخوبی وضاحت ہوجائے کہ پرسکون فضاء کو مکدر کرنے میں کن حضرات کے نظریات وکاوشیں کارفرما ہیں۔ ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں:۔

''امامت کا مرتبہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا منصب نبوت کے مثل ہے۔ اگر امام لوگ اختیار کر سکتے تو نبی کو بھی اختیار کر سکتے ہیں اور یہ باتفاق باطل ہے۔ ایضا عام بندوں کی مصلحتوں کے بارے میں امت کی ناقص عقل کب حکم کرسکتی ہے۔ صاحب تدبیر عقلاء بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی شہر یا حکومت کے انتظام کے لئے مقرر کرتے ہیں اور تھوڑی مدت میں ظاہر ہوتا ہے کہ غلطی کی ہے اوراس کو بدل دیتے ہیں لہذا عام مخلوق کی دین ودنیا کی ریاست وحکومت کے لئے لوگوں کی عقلیں کیونکر وفا کرسکتی ہیں۔ ایضا اس عہدہ کے لئے عصمت شرط ہے جیسا کہ معلوم ہوگا اور کوئی شخص سوائے خدا تعالیٰ کے اس پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ اس بارے میں عقلی دلیلیں بہت ہیں۔ جن کی گنجائش اس رسالہ میں نہیں ہے۔ لیکن جو آئتیں اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ امام خدا کی جانب سے منصوب ہوتا ہے۔ ان میں چند آیتوں کے ذکر، پر ہم اکتفاء کرتے ہیں'' (حق الیقین ج ا ص ۴۶)

سید منظور حسین صاحب نقوی اپنا عقیدہ یوں تحریر کرتے ہیں:۔

''انبیاؑ و مرسلین کی طرح امام بھی منصوص وماموں من اللہ ہوتے ہیں'' (تحفۃ العوام ص ۳۵)

استاد شیخ محمد رضا مظفر شیعہ حضرات کا آئمہ کے متعلق نظریہ یوں بیان کرتے ہیں:۔

''ہمارا عقیدہ ہے کہ نبوت کے منصب کی طرح امامت کا منصب بھی خدا کی جانب سے بندوں

کے لئے ہوتا ہے اور امام کا یہ تقرر رسول اللہ خدا ﷺ یا پچھلے امام کی زبان سے ہوتا ہے جو رسول خدا ﷺ کی طرف سے یا پچھلے امام کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔اس معاملے میں پیغمبر خدا ﷺ اور امام میں کوئی فرق نہیں ہے اور لوگ اس ذات کی نسبت کسی قسم کے اعتراض کا حق نہیں رکھتے جس کا تقرر خدا کی طرف سے انسانوں کی رہبری اور تربیت کے لئے ہوتا ہے "( مکتب تشیع ص ۱۱۴، جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان )

کیونکہ اس جگہ اس عقیدہ کی تردید یا اس کے متعلق تبصرہ کرنا مقصود نہیں اور نہ ہی ہمارے نزدیک اس کی ضرورت ہے،جس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ امینی صاحب خود ایسے عقائد کو نفرت انگیز قرار دے چکے ہیں۔ ہمارا مقصد محض عامۃ الناس کو اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ ایسے نفرت انگیز عقائد جن سے خود شیعہ حضرات بھی مطمئن نہیں ،ان حضرات کی کتب میں ہی درج ہیں کسی مسلمان عالم دین نے ان پہ تہمت یا الزام تراشی ہرگز نہیں۔اس کے بعد موصوف کو اس بات کو بھی بہتان تراشی سے تعبیر کرتے ہیں کہ شیعہ حضرات آئمہ کے متعلق وحی کا عقیدہ رکھتے ہیں،اور یوسف لدھیانوی صاحب کی کتاب پہ تبصرہ کرتے ہوئے بھی موصوف نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا،مگر کیونکہ یوسف صاحب نے خود "شیعہ حضرات" کی روایات سے اس حقیقت کا ثبوت دیا تھا،تو موصوف تاویل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس کی وجہ یہی ہے کہ اس قسم کی روایات کا مفہوم الہام کی حد تک ہی ہے اس سے آگے کچھ کہنا فقط سینہ زوری ہے"(امت مسلمہ میں اختلاف کیوں؟ص ۱۰۴)

اب ہم اپنا استغاثہ قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں کہ ایک طرف تو موصوف اس بات سے ہی انکاری ہیں مگر دوسری طرف قلم ان روایات کی تاویل کرتا بھی نظر آتا ہے،لہذا اگر یہ نظریات نفرت انگیز ہیں تو یہ آپ کی روایات سے ہی ثابت ہیں،اور ان کا تذکرہ شیعہ حضرات کی کتب میں ہی موجود ہے،لہذا نفرت انگیزی کا سبب کون ہے اس کا فیصلہ آسانی سے کیا جا سکتا

ہے۔اب جہاں تک تیسرا عقیدہ ہے کہ تو اس کے لئے ہمیں زیادہ تگ و دو کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی ،شیعہ مذہب کی معتبر ترین کتاب ''اصول کافی'' میں پورا باب موجود ہے۔جس کا عنوان کچھ یو ہے:۔

''امر دین کی تفویض رسول اللہ صلعم اور آئمہ علیہم السلام'' (اصول قافی ج ۲ ص ص ۱۶۵، باب نمبر ۵۱)

اس عنوان کے تحت کئی احادیث موجود ہیں ،جو ان کے اس نظریہ کی وضاحت کرتے ہیں ،ان میں ایک واضح روایت جس کا ترجمہ بھی شیعہ مترجم زبانی پیش کیا جاتا ہے یوں ہے:۔

''ابن اشیم سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا کہ ایک شخص آیا اور قرآن کی ایک آیت کے متعلق پوچھا۔آپؑ نے اسے جواب دیا۔تھوڑی دیر بعد ایک دوسرا آیا۔اس نے بھی اس آیت کے متعلق پوچھا۔آپؑ نے اسے دوسرا جواب دیا۔مجھے اس واقعہ سے اتنا صدمہ پہنچا گویا کہ کسی نے میرے قلب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے میں نے اپنے دل میں کہا۔میں شام میں ابو قتادہ کو لکھا کہ وہ ایک واؤ کی غلطی نہیں کرتا اور یہ ہیں کہ انہوں نے غلطی پر غلطی کی ابھی میں اس خیال میں تھا کہ ایک شخص اور آیا اور اس نے بھی اس آیت کے متعلق پوچھا ۔آپ نے اس کو جو جواب دیا وہ پچھلے دونوں جوابوں کے خلاف تھا اب میرے نفس کو سکون حاصل ہوا اور میں نے یہ جانا کہ یہ از روئے تقیہ یہ جواب دیئے گئے ہیں ۔اب حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا۔اے ابن اشیم اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤ کو دنیوی جاہ سپرد کر کے فرمایا تھا یہ ہماری بخشش ہے چاہے کسی کو دے کر اس پر احسان رکھو چاہے اسے بغیر حساب روکے رکھو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد وہ حکومت کی جس کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ جو تمہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے اسے لے لو،اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو پس جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے یہ حکومت سپرد کی اسی طرح ہم کو بھی ہے'' (اصول کافی ج ۲ ص ۱۶۷)

ہم نے یہاں مکمل روایے نقل کر دی ہے جس کی روشنی میں دوٹوک شیعہ کا عقیدہ واجوضح ہوجاتا ہے کہ ان کے نزدیک آئمہ کو امر دین کی تفویض عطا کی جاتی ہے، اب اس کے باوجود اس کا انکار کرنا اور دوسروں پہ الزام تراشی کرنا ہرگز درست نہیں۔ ایسے ہی موصوف لکھتے ہیں:۔

''مکتب اہلبیت سے لوگوں کو متنفر کرنے اور شیعوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے کا صدیوں پرانا ہتھیار یہ زہریلا پراپیگنڈہ ہے کہ شیعہ صحابہ کرامؓ کو نہیں مانتے'' (امت مسلمہ میں اختلاف کیوں ص ۱۹۷)

موصوف اس بدیہی حقیقت سے انکار بھی باعث تعجب ہے، جس کی ہمارے نزدیک دو وجوہات ہوسکتی ہے کہ یا تو موصوف کتب شیعہ کے مطالعہ سے محروم ہیں اس لئے ایسے دعویٰ جات ان کے قلم سے نکل کر صفحہ قرطاس پہ رقم ہو رہے ہیں، یا پھر جناب سادح لوح عوام ک ومغالطہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کتب ان کے عقیدہ ونظریہ کو بین طور پہ بیان کرتی ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ''اثناء عشریہ'' صحابہ کرام کے ایمان کو مشکوک قرار دیتے ہیں، اور اکثر کو ایمان سے تہی دامن سمجھتے ہیں، فروع کافی'' وغیرہ میں صاف موجود ہے ہے کہ تین صحابہ کے سوا باقی سب معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے:۔

''کان الناس اھل ردۃ بعد النبی ﷺ واله الا ثلثه فقلت ومن ثلثه فقال المقداد بن الاسود و ابوذر غفاری و سلمان الفارسی'' (فروع کافی کتاب الروضہ ج ۳ ص ۱۱۵)

اور اس وروایت کے متعلق ابو معصب جوادی لکھتے ہیں:۔

''اگر اس روایت کو تسلیم کر ہی لیا جائے تو اس سے کوئی سقم پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہی مفہوم احادیث میں موجود ہے چنانچہ احادیث رسول سے یہ واضح طور پہ ثابت ہے کہ آنحضرت کی وفات کے بعد بہت سے اصحاب جادہ حق سے ہٹ گئے تھے'' (تحقیقی دستاویز ص ۶۱)

ایسے ہی مفسر و مجتہد محمد حسین ڈھکو لکھتے ہیں:۔

''دار صل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہمارے برادران اسلامی میں اس سلسلہ میں جو کچھ نزاع ہے وہ خلفاء ثلاثہ کے بارے میں ہے۔ اہلسنت ان کو بعداز نبی تمام اصحاب بلکہ تمام امگ سے افضل جانتے ہیں اور ہم انکو دولت ایمان ایقان اور اخلاص سے تہی دامن مانتے ہیں'' (تجلیات صداقت ۲۱۶)

یہی ڈھکو صاحب لکھتے ہیں:۔

''تاریخ اسلام گواہ ہے کہ گروہ صحابہ میں عام گناہوں سے بڑھ کر رفتہ رفتہ نوبت ارتداد اور یہ سلسلہ قبیحہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں شروع ہو گیا تھا مگر بعدازاں تو اس نے ایک وبا کی شکل اختیار کر لی'' (تجلیات صداقت ص ۱۰۸)

ایسے ہی دوٹوک لکھتے ہیں:۔

''ان حقائق کی روشنی میں مولف کا یہ ارشاد کہاں تک درست ہے کہ شیعہ اعتقاد میں سوائے معدودے چند اشخاص کے باقی سب مسلمان مرتد و کافر ہو گئے۔ اب تو معلوم ہو گیا کہ یہ صرف شیعوں کا ہی اعتقاد نہیں بلکہ سارے اسلامی فرقوں کا یہی نظریہ ہے'' (تجلیات صداقت ص ۱۱۰)

سردست اس بحث سے قطع نظر کہ دیگر اسلامی فرقوں کا کیا موقف ہے، یہ بات واضح ہو گئی کہ شیعہ حضرات کا یہ موقف ضرور ہے، لیکن امینی صاحب بجائے اس نفرت انگیز عقیدے سے اظہار برات کرنے کے برعکس علماء اہلسنت کو مطعون کرنے پہ مصر ہیں کہ ان حضرات نے یہ الزام تراشی کی ہے۔ جب کہ ہمارے درج کردہ حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ بہتان نہیں حقیقت ہے، اس لئے اگر اتحاد قائم کرنا تو ایسے نفرت انگیز نظریات سے اظہار برات کرنا ہوگا۔ اللہ اس امت کو اتحاد نصیب فرمائے۔

# الیاس گھمن کے دفاع کا جائزہ (قسط اول)

مرتب: عبدالقادر خاں

الیاس گھمن لکھتے ہیں:۔

''گمراہی کا پہلا زینہ اور اول سبب آپس کا وہ مذموم اختلاف ہے جو محض عدم تحقیق، خواہشاتِ نفسانی اور ذاتی اغراض و مقاصد پر مبنی ہو۔ چنانچہ حدیث مبارک میں ہے "ما ضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتو الجدل"، جامع الترمذی: سورۃ الزخرف۔'' کہ کوئی قوم ہدایت پانے کے بعد اس وقت تک گمراہ نہیں ہوتی جب تک اس میں جھگڑا نہیں شروع ہو جاتا۔ اہلِ بدعت [الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والا حساب ہے، دیوبندی ہم سنیوں کو بدعتی کہتے ہیں حالانکہ اصل میں ہم سنی نہیں بلکہ خود دیوبندی ہی بدعتی ہیں۔ از ناقل] کا بھی آج یہی وطیرہ ہے۔ قرآن وسنت کے نور سے محروم، خود رائی کے نشے میں مست اور بدعات و رسومات کے دلدل میں پھنسے یہ حضرات کچھ ایسی ہی کشمکش میں سرگرداں ہیں، بعض اہل بدعت ایک عمل کو درست قرار دیتے ہیں تو دوسرے اسی کو غلط کہہ رہے ہیں۔ ایک مبتدع ایک بات کو عین حق کہہ رہا ہے تو دوسرا اس عین باطل سے تعبیر کرتا نظر آتا ہے، کوئی جائز کہتا ہے تو کوئی ''گستاخی'' گردانتا ہے، ایک کے فتویٰ سے دوسرا فاسق اور کسی کے فتویٰ سے کوئی دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتا ہے۔ باہمی دست و گریبان کا یہ عالم ہے...... الامان والحفیظ۔''

(دست و گریبان جلد ۱ ص ۸)

ہم حیران ہیں جو حضرات خود اختلافات کا شکار ہیں، وہ دوسروں پہ انگلی اٹھا رہے

ہیں۔ بلکہ جناب کا تو مقصد ہی امت میں اختلاف پیدا کرنا ہے۔ان کے متعلق عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:۔

''پنجاب میں الیاس گھمن نامی ایک خطیب بڑے جوشیلے انداز میں ایک غیر مضر مکتبی اختلافات چوراہوں اور بازاروں میں اچھال رہے ہیں۔ہم اس قسم کے نزاعی مسائل میں کوئی سوچی سمجھی رائے نہیں رکھتے ہیں۔مگر یہ وقت اس قسم کے لایعنی مباحث چھیڑنے کا نہیں۔ مجھے ایک معتبر ذریعے سے یہ بات بھی کہی گئی کہ مولانا کو جیل سے اس شرط پر رہائی ملی کہ وہ دیوبندی مکتبہ فکر میں ان مدرسی اختلافات کو ہوا دینے کے ایجنڈے پر کام کریں گے۔ چنانچہ ان کی ساری توانائیاں اس کے لیے صرف ہو رہی ہیں۔'' (روز نامہ اسلام بحوالہ اکابر کا باغی کون ص ۳۱)

قارئین! غور کریں کہ دوسروں کے اختلاف کو مذموم کہنے والا شخص خود ہی اس ایجنڈے پہ کام کر رہا ہے، مرتب دست و گریبان جن کا سارا علمی سرمایہ مسلک حق اہلسنت کے خلاف مغلاطات پر مشتمل ہیں نے اپنی ایک ویڈیو میں اس بات کا واضح اقرار کیا ہے کہ گھمن صاحب نے جناب کے گھر کا خرچہ بھی اٹھایا ہوا ہے کہ اور ان کو مسلک حق کے خلاف لکھنے پہ مامور کیا ہوا ہے'' یعنی امت میں انتشار پھیلانے کے لیے زر کا استعمال کیا جارہا ہے۔ بہر حال سر دست ہم صرف یہ حقیت واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دوسروں پہ اعتراض کرنے والے گھمن صاحب خود اپنے ہی مسلک میں کس قدر مجروح ہو چکے ہیں۔

**{دیوبندی الیاس گھمن کا بھیانک چہرے علماء دیوبند کے قلم سے}**

انہی الیاس گھمن دیوبندی کے متعلق دیوبندی مفتی فضیل احمد ناصری صاحب سلیم اللہ خان صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

''ان کی یہی دینی غیرت تھی کہ پاکستان کے معروف عالم دین مولانا الیاس گھمن صاحب کی صفائی میں دارالعلوم دیوبند کے درالافتاء نے اپنا موقف

ظاہر کیا اور اعترافات سے مملو الفاظ استعمال کیے تو فوراً ان کا خط دارالعلوم پہنچ گیا، انہوں نے دارالعلوم سے سوال کیا کہ آپ ایک شخص کی تعریف کیسے کر سکتے ہیں جس پر بدعنوانیوں کے الزامات ہیں؟ جس کی سابقہ اہلیہ (سمعیہ بنت مفتی زین العابدینؒ) نے ان کی اخلاقی کمزوریوں کا راز فاش کر دیا ہے؟ جو اپنی بیگم کی بچیوں سے خراب رشتے میں پکڑا گیا ہے؟ جس پر مولانا ابو بکر غازی پوریؒ نے دوماہی زم زم کے اداریہ میں اپنے ساتھ ہوئی مالی خورد برد کا انکشاف کیا ہے؟ جس پر سعودیہ وغیرہ میں غیر قانونی چندہ خوری کا الزام ہے؟ مرحوم نے دارالعلوم کو وہ سارے کاغذات بھی ارسال کیے، جن سے مولانا گھمن صاحب کی شخصیت مجروح ثابت ہو رہی تھی، مرحوم کے اس خط نے دارالعلوم کو متنبہ کر دیا، دارالعلوم کی طرف سے مولانا کے نام ایک خط جاری ہوا، جس میں ایشیا کی عظیم ترین درسگاہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور صاف اعلان کیا کہ گھمن صاحب کے متعلق پرانی تحریر ''عاجلانہ قدم'' تھا۔''

(تذکرہ شیخ الکل مولانا سلیم اللہ خان ص ۱۰۳)

الیاس گھمن دیوبندی کی سابقہ اہلیہ نے جو الزامات گھمن پر لگائے ہیں وہ نیٹ پر بھی موجود ہیں، جن میں یہ ہے کہ الیاس گھمن اپنی بیٹی کے ساتھ......'' (ہم یہاں وہ باتیں نہیں لکھ سکتے، لیکن قارئین کرام! نیٹ پر یہ سب کچھ ملاحظہ فرما سکتے ہیں، اب وہ سب صحیح ہے یا غلط؟ دارالعلوم دیوبند کے اس رجوع سے ثابت ہو گیا کہ واقعی الیاس گھمن ان حرام کاریوں میں ملوث ہیں)

اسی طرح جناب اپنے پیر کی خلافت سے بھی محروم ہو چکے ہیں، چنانچہ دیوبندی ترجمان لکھتے ہیں:۔

''نیز مولانا الیاس گھمن جن حضرات سے ''اجازت وخلافت'' کے مدعی ہیں ان میں سے ایک حضرت حکیم اختر رحمہ اللہ ہیں۔ جن کی خلافت حکیم صاحب

کے اپنے اعلان کے مطابق ویڈیو بازی کی وجہ سے مولانا الیاس گھمن سے
سلب ہو چکی ہے۔" (مجلہ صفدر شمارہ ۷، ۸، ص ۳۵)

اب ہم اپنا استغاثہ اپنے قارئین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں کہ ایسا شخص جس کی اپنی شخصیت اس قدر مجروح ہو چکی ہے، اور جو اخلاقی طور پہ اتنا گرا ہوا ہے، اسے متکلم اسلام کہنا اور پھر جناب کا ہمارے اختلافات پہ اعتراض کرنا کیونکر درست ہے؟۔ ان حقائق کی روشنی میں ایسے شخص کو متکلم اسلام کہنا بھی ہرگز عمل محمود نہیں۔ مگر بجائے ان حقائق کو تسلیم کرنے کے دیوبندی حضرات کی جانب ایک گمنام صاحب نے گھمن صاحب کا دفاع کرنے کی سعی ناکام کی ہے۔ موصوف نے اس جرح کے بلمقابل جن حضرات سے گھمن صاحب کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ خود بذات خود مجروح ہیں، مثال کے بور پہ جناب کی پیش کردہ شخصیات میں ایک نام عزیز الرحمٰن ہزاروی کا ہے جو بذات خود مجروح ہیں، ان کے متعلق نثار معاویہ دیوبند لکھتے ہیں:۔

لیکن کچھ ہی عرصہ بعد اپنے پیر بھائیوں ۔۔ کی تائید و مشاورت سے اہل سنت کے حوالہ سے بعض بدعات کی پیوندکاری کی کوشش کی (حسین یادیں ص 131)

ایسے ہی موصوف نے عبدالحفیظ مکی کو پیش کیا، جبکہ ان کے متعلق موجود ہے:۔

یہ کانفرنس ایسی شخصیت کی زیر صدارت تھی جسے مندرجہ بالا تمام اکابرین بدعتی اور اہل سنت سے خارج سمجھتے ہیں، میری مراد مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب ہیں (اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب ص 284)

پھر اگر جناب اگر گھر کی کتب کا مطالعہ کرنے کی زحمت ہی گوارا کرتے تو اس قسم کی جہالت کا ارتکاب نہ کرتے، اس لئے کہ علماء دیوبند کے نزدیک جرح اگر مفسر ہو تو توثیق پہ مقدم ہے، سرفراز خان لکھتے ہیں:۔

اس سے معلوم ہوا کہ جرح مفسر ہو اور عارف باسباب الجرح سے صادر ہو تب وہ توثیق پر مقدم

ہوگی (تسکین الصدور ص 61)

یعنی اولا جرح مفسر ہو اور ثانیا جس پہ جرح کی جارہی ہے اس سے اسباب جرح صادر ہوں تو وہ توثیق پہ مقدم ہے۔ اس لئے دیگر اسباب سے قطع نظر گھمن صاحب سے ذکر بالجہر کا صادر ہونا ثابت ہے اور انہیں اسی بنیاد پہ بدعتی کہا گیا ہے اور یہ علماء دیوبند کا اجتماعی موقف ہے۔ دیوبندی مفتی نقل کرتے ہیں:۔

تمام علماء کا اس بات ہر اجماع ہے کہ آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے اور ذکر جہر بدعت ہے (اکابر کا حقیقی مسلک و مشرب ص 574)۔۔۔۔۔جاری ہے

## زکریا کاندھلوی مشرک ھے

وقار علی

اہلسنت کے خلاف گٹر ابلتی زبان سے بکواس کرنے والا بھگوڑا دیوبندی مناظر ساجد خان اپنی ایک پوسٹ میں کسی انجانے مولوی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ" اللہ اگرچہ شرک سے پاک ہے لیکن ایک ایسا عمل وظیفہ ہے جس میں اللہ بھی بندو کیساتھ شریک ہے اور وہ ہے درود شریف یہ بدترین جہالت ہے یہ جاہلانہ واعظانہ نکتہ سب سے پہلے رضا خانی واعظوں نے ایجاد کیا" یہاں گٹر چھاپ ساجد خان کا یہ کہنا کہ یہ نکتہ سب سے پہلے سنیوں نے ایجاد کیا یہ بات مولوی ساجد کی طرح حرام کاری کی بات ہے۔۔۔اگر یہ سنیوں کا بیان کردہ جاہلانہ و واعظانہ نکتہ ہے تو ساجد خان یہاں کیا کہے گا مولوی زکریا کاندھلوی دیوبندی اپنی کتاب فضائل درود صفحہ 6 پر لکھتا ہے کہ" اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کیساتھ مومنین کی

شرکت ہے"۔۔۔۔ساجد خان ذرا یہاں بھی اپنی زبان کھولنے کی ہمت تو کرو اور کہدو کہ مولوی زکریا جاہل انسان تھا اس لیئے اس نے مبنی بر جہالت بات لکھدیا ور یہ کہ" اللہ عبادات و وظائف سے پاک ہے وہ معبود ہے نہ کہ عابد کوئی ایسا عمل نہیں جس میں رب اور بندے دونوں شریک ہوں مخلوق کا عمل حادث محدود تو اللہ اس میں کیسے شریک؟ پھر شریک اس وقت بولا جاتا ہے جب پہلے یہ عمل نہ کرتا ہو یعنی وجود بعد العدم اور یہ بھی علامت حدوث۔ اس پر مزید بھی ایرادات ہو سکتے ہیں"۔۔ساجد جا کر وہ مزید ایرادات زکریا کاندھلوی کی قبر پر اسے لازمی سکھادے پھر آ کر سنیوں پر بکواس کرنے آنا۔۔۔

## علماء دیوبند کے نزدیک عبید اللہ سندھی کافر و مرتد ہے

مرتب: غلام غوث

قارئین! طبقہ وہابیہ غرابیہ کی جانب سے علماء اہلسنت کے اختلاف کو اچھالنے کی سعی مذموم کی جارہی ہے جبکہ انکا اپنا گھر اسی آگ کی زد میں ہے۔ ذیل کی سطور میں عبید اللہ سندھی پہ علماء دیو بند کے فتاویٰ جات پیش خدمت ہیں۔ عبید اللہ سندھی دیو بندی خود لکھتے ہیں:۔

''شاہ ولی اللہ کی کتابیں سمجھ پڑھنے کا شوق اتباع شیخ الہند سے مرتفع ہو چکا ہے ''کفار قبل از تبلیغ اصحاب الاعراف میں شمار ہوتے ہیں'' حجۃ البالغہ میں مذکور تھا۔ میں محمد علی شاہ کو بتایا۔ اس کا مولانا انور شاہ سے بھی ذکر کیا تھا۔ انہوں نے جھٹ منکر ضروریات دین قرار دے کر مجھ پر کفر کا فتویٰ لکھا۔'' (مکاتیب مولانا عبید اللہ سندھی، ص ۳۹)

اسی تکفیر کا تذکرہ ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں بھی موجود ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۲ ص ۲۰۶)

تنویر شریفی لکھتے ہیں:۔

ہمارے یہاں مولانا زرولی خان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ دیو بندیوں میں تین افراد

بڑے زندیق (نقل کفر کفر نہ باشد) ہوئے ہیں۔

1۔شبلی نعمانی 2۔ابو کلام آزاد 3۔عبید اللہ سندھی ۔(دارلعلوم دیوبند میں بیتے ہوئے دن ص ۲۳۶)

ایسے ہی ایک صاحب لکھتے ہیں:۔

یہ جملہ اوصاف حسنہ اسی مظلوم حضرت سندھی کے ہیں جسے غیر تو خیر شمن سمجھتے ہی رہے اپنوں نے نے بھی مرتد اور واجب القتل وغیرہ کہہ کر اپنی مجلس سے خارج کر دیا (امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد ص543)

ابن الحسن عباسی لکھتے ہیں:۔

قادیانیوں پر کفر کا فتویٰ اُمت مسلمہ کے علماء اجماعی طور پہ لگا چکے ہیں، اور دستور پاکستان میں بھی انہیں ''غیر مسلم'' قرار دیا گیا ہے، چاہے ان کا تعلق احمدی گروپ سے ہو یا لاہوری جماعت سے۔ یہ امت مسلمہ کا ایک اجماعی موقف ہے لیکن مولانا عید اللہ سندھی کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل میں قادیانیوں، خصوصا لاہوری گروپ کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے۔''

(مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار ص ۳۴۲)

یہ صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

''اس عبارت میں امت مسلمہ کے ایک اجماعی عقیدہ کو ''امطورۃ یھودیۃ'' (یہودی من گھڑت کہانی) قرار دیا گیا ہے، اور صریح و صحیح روایات و احادیث کی تردید کی گئی۔ اب اگر یہ مولانا سندھی کا واقعتاً اپنا عقیدہ ہے، تو یہ بھی ان کا تفرد ہے، جو جمہور امت اور علمائے اسلام کے ایک متفق علیہ عقیدہ کے خلاف ہے، اور اگر ان کی طرف نسبت غلط ہے تو پھر اس کی تصریح ہو جانی چاہے تھی، تاہم ظاہر یہی ہے کہ اتنی بڑی بات کو کوئی کسی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔'' (مولانا عبید اللہ سندھی، ص ۳۵۱)

مزید لکھتے ہیں:۔

''حیات عیسیٰؑ کی طرح نزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی کی آمد بھی جمہور علماء کے نزدیک درست اور ثابت ہے، لیکن اس تفسیر میں ص ۵۴ پر بعض اشاعرہ کے حوالے سے جمہور امت کے بالکل برعکس یہ لکھا گیا ہے کہ نزولِ عیسیٰ اور ظہور مہدی، اہلِ سنّت کے ضروری عقائد میں سے نہیں۔''

(مولانا عبیداللہ سندھی کے افکار ص ۳۵۲)

عبدالحمید سواتی لکھتے ہیں:۔

''انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا سندھی کے بعض افکار شاذ بھی ہیں۔ بعض مرجوح قسم کے خیالات بھی ہیں اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ مولانا ان پہ بے جا سختی بھی کرتے تھے۔'' (مولانا عبیداللہ سندھی کے علوم وافکار، ص ۱۳)

-------جاری ہے

## زیر طبع کتب

1۔ دست وگریباں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ (جلد دوئم)

2۔ دست وگریباں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ (جلد سوئم)

3۔ کنز الایمان اور مخالفین پہ اعتراضات کا جائزہ

4۔ دیوبندیت اور حنفیت

4۔ نصرۃ خداوندی

5۔ الیاس گھمن کے دفاع کا جائزہ

## علماء دیوبند کی تکفیر آخر کیوں!

(محمد ممتاز تیمور)

علماء دیوبند اکثر یہ شکوہ کرتے پائے جاتے ہیں کہ علماء اہلسنت ان کی تکفیر کرتے ہیں، اس پر عرض ہے کہ جناب اگر آپ نے ان فتاویٰ جات کو نقل کیا تھا تو یہ بھی بتلا دیتے کہ آخر وہ فتوے دیئے کیوں گئے تھے؟ آخر وجہ کیا تھی جس کی وجہ سے اتنے سخت قسم کے فتاویٰ جات وجود میں آئے۔ عامر عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ:۔

''مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر آپ کو گستاخ و بے ادب کہد یا تو ضرور اس کے معقول وجوہات ہوں گے۔''

(ماہنامہ تجلی، جولائی ۱۹۵۹ء ص ۲۰)

اسی طرح اگر آپ کو گستاخ و کافر کہا گیا ہے تو اس کی بھی معقول وجہ ہے اور اس کی وجہ دیوبندی حضرات کی وہ ایمان سوز گستاخانہ عبارات ہیں، جن کو پڑھنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ایک عام مسلمان ایسا کہنا تو کجا تصور بھی نہیں کر سکتا مگر جو انگریز کے پروردہ ہوں اور مقصد اُمت کے اندر انتشار پھیلانا ہو اُن کے لیے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں۔ پس منظر اس قصہ کا یوں ہے کہ انگریز گورنمنٹ نے مسلمانوں کو تقسیم کر کے ان پہ حکومت کرنا تھی، بقول خالد محمود دیوبندی کہ

''انگریزوں کو ہندوستان میں کامیاب حکومت کی فکر اور طلب تھی اس کے لیے انہیں مسلمانوں کے سوادِ اعظم اہل سنۃ والجماعۃ کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کی سیاسی ضرورت تھی۔'' (مطالعہ بریلویّت ج ۸ ص ۱۸۳)

یعنی انگریز اسی جستجو میں تھے کہ مسلمانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کریں، اس لیے انگریز نے اسمٰعیل دہلوی ایک گستاخانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' لکھوائی، اور یہ بات ہم نہیں کہہ رہے بلکہ خود علمائے دیوبند کا اقرار ہے۔ چنانچہ قاضی شمس الدین درویش دیوبندی ''تقویۃ الایمان'' کے متعلق لکھتا ہے کہ

''انگریزوں نے مسلمانوں میں سرپھٹول پیدا کرنے کے لیے کسی کم علم دیہاتی مولوی سے گنواری اردو میں یہ کتاب لکھوائی۔''

(غلغلہ، ص ۱۸، ادارہ سعدیہ مجددیہ۔ لاہور)

یہی دیوبندی مزید اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''انگریزوں نے (اسمٰعیل دہلوی) اس کتاب (تقویۃ الایمان) کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچایا، تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں، وہ آپس میں لڑیں۔'' (غلغلہ ص ۱۸)

ان دونوں اقتباسات میں اس بات کا واضح اقرار کیا گیا ہے کہ تقویۃ الایمان کو لکھوانے والے انگریز تھے، جس کا مقصد مسلمانوں کو تقسیم کرنا تھا، اور قاضی شمس الدین صاحب کی اس گواہی پہ دیوبندی شیخ المشائخ خواجہ خان محمد کی تصدیق بھی موجود ہے۔ چنانچہ رقم طراز ہیں:۔

''فقیر نے یہ مضمون پڑھا اور فقیر کو بہت پسند آیا ہے۔ یہی مسلک فقیر کے اساتذہ ومشائخ کا ہے۔'' (غلغلہ ص ۳)

یہی قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ

پھر ۱۸۵۲ء میں انگریزوں نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن سے ''تقویۃ الایمان'' کا انگریزی میں ترجمہ کروا کر اسے دور دراز تک پھیلا دیا۔''

(غلغلہ، ص ۱۸)

اسی نسخہ کا تذکرہ کرتے ہوئے نورالحسن راشد کاندھلوی لکھتے ہیں کہ

''انگریزی میں میر شہامت علی کے ترجمہ تقویۃ الایمان کو خاصی شہرت حاصل ہوئی۔ یہ پہلی مرتبہ ایشیاٹک کی سوسائٹی جنرل میں چھپا تھا۔''

(مجلہ احوال وآثار، شمارہ ۲۰۔۲۱، ص ۱۲۴)

اس کتاب میں اسمٰعیل دہلوی نے نہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر مقربین الٰہی کی شان میں گستاخیاں بکی ہیں بلکہ مسلمانوں کی کھل کر تکفیر بھی کی ہے، مسلمانوں کو

کافر، مشرک، بدعتی و جہنمی بنایا ہے۔الغرض امت مسلمہ کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا یہ بدترین و غلیظ کام اسمٰعیل دہلوی و اکابرین وہابیہ نے ادا کیا۔

چنانچہ علمائے دیوبند کے احمد رضا بجنوری دیوبندی لکھتے ہیں کہ

"افسوس ہے کہ (اسماعیل دہلوی کی) اس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے مسلمانانِ ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصدی حنفی المسلک ہیں دو گروہ میں بٹ گئے، ایسے اختلافات کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطہ میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے۔"

(انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری ج ۱۳ ص ۳۹۲)

انور شاہ صاحب کشمیری دیوبندی کو بھی کہنا پڑا کہ

"میں تقویۃ الایمان سے زیادہ راضی نہیں ہوں۔"

(ملفوظاتِ محدّث کشمیری، ص ۲۰۴، ۲۰۵)

نیز یہی انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ

"پھر حضرت نے فرمایا کہ میں راضی نہیں ہوں کہ محض ان عبارات کی وجہ سے بہت جھگڑے ہو گئے ہیں۔...... اور یہی بات کہ "میں راضی نہیں ہوں اس رسالہ سے" مجھے مرحوم مولانا نانوتوی سے بھی پہنچی ہے۔"

(ملفوظات محدّث کشمیری ص ۲۰۵)

اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان لکھی ہی اس لیے تھی تا کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر فرقوں میں تقسیم کیا جائے۔اس بات کا اقرار خود اسمٰعیل دہلوی نے بھی کیا اور دیوبندیوں کے نیم حکیم اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب میں لکھا کہ

اسمٰعیل دہلوی نے کہا کہ "مجھے اندیشہ ہے کہ اس [تقویۃ الایمان] کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی...... گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ

بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔'' (ارواح ثلاثہ صفحہ ۸۴)

اخلاق حسین قاسمی دیوبندی لکھتے ہیں کہ

''مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے دلی میں بدعات کے خلاف جو تحریک شروع کی اس کے طریقہ کار سے اختلاف کرنے والوں میں مولانا فضل حق صاحب اور مولانا رشید الدین خان صدر مدرس مدرسہ دہلی تھے اور مولانا صدرالدین خاں آرزدہ صدر الصدرور دہلی ان دونوں حضرات کے پس پردہ حامی تھے۔ یہ دونون بزرگ خاندان ولی اللہ کے شاگرد تھے مگر مولانا شہید اور مولانا عبدالحیؒ کی تحریک اصلاح کے طریقہ کار سے انہیں اتفاق نہ تھا۔ اس سے اس وقت کی مذہبی کشیدگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ فریقین باوجود آپس میں یگانگت اور دوستی کے دو طبقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔''

(محاسن موضح قرآن ص ۷۰)

اخلاق حسین قاسمی صاحب اس بات کا کھلے دل سے اقرار کرلیا کہ اسماعیل دہلوی کی تحریک کی وجہ سے ہی دو طبقات بنے تھے۔ یاد رہے کہ اسماعیل دہلوی نے جس وقت یہ کتاب لکھ کر امت مسلمہ کو دو فرقوں میں تقسیم کیا تھا اس وقت سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے، لہٰذا آج جو دیوبندی حضرات سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگاتے ہیں وہ نہ صرف تاریخ کو مسخ کرنا ہے بلکہ صریح جھوٹ ہے۔

اسماعیل دہلوی کی اس کتاب کا رَد اسی وقت کیا گیا، اور مختلف مناظرے وقوع پذیر ہوئے۔ اسماعیل دہلوی کے نئے ''وہابی'' مسلک کا رَد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے خوب کیا، حضرت مولانا منورالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ اسماعیل دہلوی کے ہم عصر وہم درس تھے انہوں نے اسماعیل دہلوی کے رد میں ''متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد کیا۔ تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔ ...... جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبد

الحئی تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علمائے دہلی۔ ''ملخصا
(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی از عبدالرزاق ملیح آبادی ص 36)

اسی مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے نورالحسن راشد کاندھلوی لکھتے ہیں کہ

''حضرت شاہ عبدالعزیز کی وفات [شوال: ۱۲۳۹ھ] کے چھ مہینے بعد...... شاہ اسماعیل کے خلاف پہلی آواز اٹھی...... جس کے لیے حضرت شاہ محمد اسماعیل اور ان کے بزرگ رفیق وہم قدم، مولانا شاہ عبدالحئی بڈھانوی کو، جامع مسجد دہلی میں اچانک پکڑلیا اور گھیر لیا گیا تھا اور پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے مطابق، ان دونوں حضرات سے بحث وگفتگو اور سوال وجواب شروع کیے گئے تھے۔''

(مجلہ احوال وآثار، شمارہ ۲۰۔۲۱ ص ۱۳۵)

شورش کاشمیری نے بھی لکھا کہ

''مولانا آزاد کی روایت کے مطابق مولانا منور الدین نے حضرت شاہ اسماعیل سے بھی ان کے عقائد وافکار پر مناظرے کیے۔''

(ابوالکلام آزاد ص ۱۳)

ان تین عدد حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس تقویۃ الایمان کی وجہ سے ہندوستان میں ہلچل مچی اور علمائے اہلسنت نے اس کا رد بھی کیا اور مناظرے بھی کیے۔ یہاں یہ بات بھی عرض کرنا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ خود خاندانِ دہلوی کے افراد نے بھی اس کتاب کا رد بلیغ کیا تھا، چنانچہ اخلاق حسین قاسمی لکھتے ہیں کہ

''ایک عینی شاہد کے بیان کے مطابق خاندان کے دوسرے افراد مولانا مخصوص اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ کو تقویۃ الایمان کے اسلوب بیان سے اختلاف تھا۔'' (شاہ اسماعیل اور ان کے ناقد ص ۷۳)

ایک اور صاحب لکھتے ہیں کہ

’’مختصر واقعہ یہ ہے کہ مولوی فضل رسول بدایونی نے اپنی عادات کے موافق حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب و مولانا مخصوص اللہ صاحب، مولانا رشید الدین رحمہم اللہ کو علامہ شہید کا مخالف بنالیا۔‘‘ (الجنۃ لاھل السنۃ ص ۶۳)

اسی طرح جناب محمود احمد برکاتی صاحب کی گواہی بھی ملاحظہ کیجیے، موصوف شاہ اسماعیل پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

’’مگر شاہ اسماعیل اپنی افتاد مزاج اور اپنے کلامی اور فقہی مسلک کے لحاظ سے اپنے عم گرامی سے اس قدر مختلف تھے کہ شاہ محدّث کا ان کا اپنی خلافت کے لیے ان کا انتخاب کر لینا خود اپنے افکار و نظریات کی تردید کے مترادف تھا۔ جس چمن کو انھوں نے اپنی نوجوانی کے گرم خون سے سینچ کر سیراب کیا تھا۔ اور جس نوع کے گل دلال کی پرورش کر کے اس کی زینت بڑھائی تھی۔ اس کو ایک ایسے باغبان کے سپرد کیسے کر سکتے تھے جو ان سرو سمن کا دشمن تھا۔ اور جس سے بجا طور پر یہ اندیشہ تھا کہ کئی تختوں کی دفع تبدیل کر دے گا۔ کئی کیاریوں کا جغرافیہ بدل دے گا۔ خاص ان ہی شاخوں کو تراش دے گا جو پھولوں سے لدی ہوئی ہیں۔۔‘‘

(حیات شاہ اسحق ۳۷، ۳۸)

حکیم صاحب نے کتنی وضاحت کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل دہلوی کو اپنا خلیفہ اور نائب محض اس لیے نامزد نہ کیا تھا کیونکہ آپ اسماعیل کے افکار اور نظریات سے متفق نہ تھے۔ یہی حکیم صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

’’اسی تشدد و تعصب کی وجہ سے وہ تحریروں میں ایک دردمند اور محبت کیش صوفی کی بجائے ایک تندخو اور سخت گیر ملّا نظر آتے ہیں۔ ان کے انداز دعوت میں حکمت کا پہلو بھی نمایاں نہیں۔ انہوں نے اصول کی بجائے فروع پر زیادہ زور دیا۔ اپنے افکار مقصدات کے اظہار میں نہ موقع محل کا امتیاز

رکھا نہ مخاطبین کی قوت ہضم ہی کی کوئی رعائت کی۔ وہ تدریج کے اصول بھی فراموش کر بیٹھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ دانستہ طور پر وہ وصل کی بجائے فصل کا باعث بن گئے۔ انہوں نے اپنے شعلہ فشاں اور آتش بار مواعظ میں تکفیر مسلمین کا وہ زور باندھا کہ خود ان کے خاندان کے ارادت کیش اور نیاز مند چیخ اٹھے اور خود انہی کے بنی عم ان سے مناظرہ پر مجبور ہو گئے۔'' (حیات شاہ اسحٰق ۳۹)

حکیم صاحب کے اس بیان سے بات واضح ہوگئی کہ تکفیر مسلمین کا فریضہ اسماعیل دہلوی نے انجام دیا تھا، جس کی مخالفت خاندان دہلوی کے ارادت مندوں کی اور ان سے مناظرے کیے، اس سلسلہ میں علامہ فضل حق کا نام قابل ذکر ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسماعیل دہلوی کا رد بلیغ کرتے ہوئے اس کی واضح تکفیر کی،، ایوب قادری دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:۔

''حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے مولانا فضل حق خیر آبادی (ف ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۱ء) نے تقویۃ الایمان (مصنّف مولوی اسمٰعیل شہید 1846ء) کی ایک عبارت ''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ۔۔۔۔۔۔۔ کے برابر پیدا کر ڈالے'' پر امتناع النظیر اور امکان نظیر کی بحث چھیڑی اور ایک مختصر سا رسالہ اسکے رد میں لکھا۔ پھر تو اس سلسلہ نے اس قدر طول پکڑا کہ برصغیر پاک وہند کے علماء نے اس مسئلہ پر بہت سے رسالے لکھے اور مناظرے کیے۔ یہاں تک کہ بیچارے غالب دہلوی (ف) سے بھی مولانا فضل حق نے اس سلسلہ میں ایک مثنوی لکھوائی۔ تقریباً پون صدی تک اس مسئلہ سے برصغیر پاک وہند کی فضاء گونجتی رہی۔''

(احسن نانوتوی ۹۴)

ایوب صاحب نے یہاں لفظی ہیرا پھیرا کرتے ہوئے لکھا کہ یہ بحث سب سے پہلے شاہ فضل حق نے چھیڑی، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس بحث کا آغاز اسماعیل دہلوی کی عبارت سے ہوا

تھا۔۔۔۔۔جاری ہے۔۔

# مرتب دست وگریباں کا اعتراف شکست

قارئین! دیو بندی حضرات کی جانب سے شائع شدہ کتاب دست وگریباں کا دندان شکن جواب دست وگریباں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ میں پیش کیا گیا ،جس نے علماء دیو بند کی نیند حرامی کر دی۔اب اس کے جواب میں ایک کتاب کسی اور نام سے شائع کی جاری ہے جو کہ مرتب دست و گریباں کی شکست کی دلیل ہے،اس لئے کہ عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں:۔

چنانچہ صاحب المسلک المنصور مولوی خضر حیات صاحب نے جواب الجواب میں ایک کتاب الفتح المبین شائع کی۔اور یہ کتاب اپنے نام سے نہیں بلکہ کسی اور نام سے شائع کروا کر اپنی شکست و بزدلی کا اعتراف کرلیا( تنبیہ الناس ص9)

# عقیدہ نور و بشر اور اہلسنت

(شعیب احمد)

اہل فہم خوب جانتے ہیں ''دیوبندیت'' جہالت کا دوسرا نام ہے- جو''دیوبندی'' ہے وہ جاہل ضرور ہوگا اور جو جاہل نہیں وہ ''دیوبندی'' نہیں- ''دیوبندی'' بننے کے لیے جاہل، گستاخ ، بدتمیز حیوان صفت بے شرم، جھوٹا، مکار، دجال فریبی ہونا بہت ضروری ہے۔''دیوبندیت'' اور عقل دو متضاد چیزوں کا نام ہے، اہل مناطقہ پر واضح ہے کہ متضاد اشیاء جمع نہیں ہوسکتیں ۔اسی لئے جہاں ''دیوبندیت'' ہوگی وہاں عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہوگی اور جہاں عقل ہوگی وہاں ''دیوبندیت'' کا دور دور تک کوئی نام ونشان نہیں ہوگا ۔اس حقیقت کا اندازہ آپ کو اس مختصر سی تحریر میں ہو جائے گا ایک بد عقل سیف حنفی دیوبندی جس کی ایک جاہلانہ تحریر وہاٹس ایپ پر موصول ہوئی ۔جس کے اندر اس بد عقل دیوشیطانی نے اہل سنت حنفی بریلوی کے نور و بشر کے عقیدہ پر تضاد بیانی ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے- حالانکہ خود ان کا مسلک, اور ان کے'' اکابرین'' تضاد بیانیوں کے بھنور میں غرق ہیں ۔جن کے خود کے''اکابیرین'' تضادات میں غرق ہیں وہ دوسروں کے''اکابیرین'' پر کس منہ سے زبان دراز کرتے ہیں سیف صاحب کے مریض الامت نے پہلے ہی اپنے ماننے والوں کی لئے کہا تھا:

''چھنٹ چھنٹ کر تمام احمق (دیوبندی) میرے ہی حصہ میں آگئے ہیں۔''

(ملفوظات حکیم الامت جلد 1, صفحہ 294)

سیف دیوشیطانی نے اپنے اکابرین کی روش کو اختیار کرتے ہوئے اپنی تحریر میں صرف چولیں ہی ماری ہیں- حالانکہ موصوف کو درست اردو بھی لکھنی نہیں آتی- ان کا املا کتنا درست ہے ان کی تحریر سے معلوم ہوجائے گا ہم یہاں ان کا املا درست کر کے ان کی تحریر پیش کریں گے- انہوں

نے سب سے پہلی چول یہ ماری کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا اقراری کافر۔اور علماء اہل سنت کے چار حوالے خیانت کر کے پیش کیے اس کے بعد ہیڈنگ ڈالی ان سب حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر مانے وہ کافر ہے۔اس کے بعد چند عبارات پیش کی کہ نبی کو بشر نہیں کہہ سکتے۔ بشریت کا منکر کافر سیف دیو بندی صاحب جواب ملاحظہ فرمائیں۔نورانیت اور بشریت متضاد نہیں۔یعنی نور بشر کی اور بشر نور کی ضد نہیں ہے۔جیسے دن اور رات ,بینا اور نابینا، عالم اور جاہل' سایہ اور دھوپ' وغیرہ۔یعنی دن ہے تو رات نہیں، رات ہے تو دن نہیں، بینا ہے تو وہی بیک وقت نابینا نہیں' اور اگر جاہل ہے تو اسے عالم نہیں کہا جائے گا- مگر نور ہے.تو بشر بھی ہے بشر ہے تو نور بھی ہے یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ بشر ہوں مگر چاند، سورج، ستارے، چراغ، لیمپ، بلپ ، اور دیگر ہر قسم کی روشنیاں نہ ہوں ان تمام کی موجودگی بشریت کی نفی نہیں کرتی اور بشر کے ہوتے ہوئے یہ تمام انوار اور روشنی کے وسائل مٹ نہیں جاتے نور کی ضد ظلمت ہے بشریت نہیں- نور کی موجودگی بشریت کو معدوم نہیں ہونے دیتی۔لہذ انور، بشر کی اور بشر، نور کی ضد نہیں ہے۔ان کی بیک وقت موجودگی اپنی اپنی صفت پر قائم و دائم ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نور بھی ہے اور وصف بشریت سے بھی موصوف ہے۔سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

محمد بشر لا کالبشر

یاقوت حجر لا کالحجر

نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں مگر تمام بشر کی طرح نہیں۔کہ یاقوت پتھر ہے لیکن عام پتھر کی طرح نہیں۔

''ہمارے جن اکابرین نے بشر کہنے کا انکار کیا ہے۔بشر کہنا کفر لکھا ہے وہاں مراد اپنی طرح بشر کہنا ہے، یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص کی نفی کرتے ہوئے صرف بشر بشر کی رٹ لگانا

ہے۔سیف دیوبندی نے سب سے پہلے سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی ادھوری عبارت پیش کی ہم پوری عبارت پیش کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔جاری ہے

## علمائے دیوبند اپنے آئینے میں

عبدالقادر خاں

قارئین !مضمون ہذا ہم بغیر کسی تبصری علماء دیوبند کے علماء دیوبند کے متعلق تاثرات نقل کرتے ہیں کہ کس طرح یہ لوگ آپس میں فتویٰ بازی میں مشغول ہیں اور بقول گھمن گمراہ ٹھہرتے ہیں۔

قاسم نانوتوی

محمد حسین نیلوی لکھتے ہیں:۔

مختلف اقتباسات آپ کی کتب سے ناظرین دیکھ چکے ہیں مفصل بحث حضرت کی کتب سے دیکھ کر سمجھ سکتے ہیں۔پھر اب یہ سمجھائیں کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ اسی متعارف معنی کی رو سے موت نبی کے قائل ہیں یا موت کے کوئی معنی لے رہے ہیں اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہوسکتا تو خاتم النبیین کی قادیانی تفسیر اختیار کر کے ختم نبوت کا انکار نہیں ہوسکتا (ندائے حق ص575)

نیز لکھتے ہیں:۔مگر انبیاء کے حق میں مولانا نانوتوی قرآن وحدیث کی نصوص واشارات کے خلاف جمال قاسمی ص15 پہ فرماتے ہیں (ندائے حق ج1 ص721)

ایسے ہی سرفراز صاحب کو مخاطب بنا کر کہتے ہیں:۔

اور بانی دیوبند کے ساتھ مخالف کرتے ہیں پھر آپ پکے دیوبندی یہ منطق ہماری سمجھ میں کیا آئے گی کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آسکتی خصوصا جبکہ بانی دیوبند کا قول محترم جناب مولانا کی تحریر کی

روشنی میں قرآن و حدیث کی نصوص و اشارات کے بھی سراسر خلاف ہو (ندائے حق ج 1 ص722)

ایسے ہی لکھا:۔

لیکن حضرت نانوتوی کا یہ نظریہ صریح خلاف ہے اس حدیث کے جو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے (ندائے حق ص ج 1 ص 636)

احتشام الحق تھانوی

حد تو یہ ہے کہ تحریک کو ظلما، کچل دینے والا وہ شخص تھا جو چکن کی مایہ دار ٹوہی، سیاہ چہرے، موٹی اور اکڑی ہوئی گردن والا اور ایجنسیوں کا آلہ کار تھا، جس نے تحریک کے رہنماؤں کے خلاف خوجہ ناظم الدین کو جا کر یہ تاثر دیا کہ یہ صرف احرار کی یورش ہے، علما اس کے ساتھ نہیں۔ یہ راز اس وقت کھلا جب خواجہ ناظم الدین سے عداللت نے پوچھا کہ ایک اسلامی مطالبہ کے آئینی حل کے لئے آپ نے ے کوشش کیوں نہیں کی؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ میری حکومت دنیائے السام کے مقتدر علماء کو بلا کر یہ مسئلہ حل کرنا چاہتی تھی مگر ہمیں ایک عالم دین نے مشورہ دیا کہ یہ صرف احرار کی شورش ہے، اسے دبا دیا جائے۔ وکیل نے پوچھا وہ کون عالم دین تھے؟ عدالت نے جواب میں کہا وہ۔۔تھا؟ تو خواجہ ناظم الدین نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ یہی وہ پاک باز مخبر تھا جس نے اس زمانہ میں ظفر اللہ قادیانی کے ساتھ ایک نکاح میں ساتھ بیٹھنے میں عار محسوس نہ کی (ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 23۔24)

مزید لکھتا ہے:۔

یہ وہ ذات شریفہ تھی جو ہر چڑھتے سورج کا پجاری اور ہر ڈھلتے سورج پر تھوکنے والا ابن الوقت تھا ، جو خواجہ ناظم الدین، ایوب خان، بھٹو سب کے دربار کا درباری، ٹوپی ہلا ہلا کر سریں لگانے والا گویا لومڑی سے زیادہ مکار اور فریبی، تحریک ختم نبوت کی ابتدا میں شامل ہو کر بعد میں حکومت کو راز پہنچانے والا، تحریک کے خلاف حکومت کو اکسا کر ہزاروں مجاہدین ختم نبوت کو خاک وخون

میں تڑپانے والا، ناعاقبت اندیش، شرعی دنبہ تھا۔ ناظم الدین کے زمانہ قادیانی ظفر اللہ کے ساتھ ،ایوب خان کے زمانہ میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن ملحد کے ساتھ مل کر حکومت کے دروازے پر سجدہ ریز ہونے میں جسے عار محسوس نہ ہو، آج اگر اس کے پیروکار اسعد مدنی اور دوسرے اکابر کے خلاف بدزبانی والزام تراشی کا وطیرہ اختیار کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہی فتنہ پرور ،دل کا اندھا جاگیرداروں کی محبت میں دھت ہوکر نام نہاد سوشلزم کے خلاف فتویٰ بازی کرنے میں پیش پیش تھا۔ کراچی سے خیبر تک بڑے چمک دمک سے مسلح ہوکر سوشلزم کے خلاف اپنے فن کی اداکاری رتا رہا اور جب سوشلزم کا نعرہ لگانے والے جناب بھٹو صاحب برسراقتدار آگئے تو اس کا حقی بھرنے لگا۔ اس ٹوڈی وخوشامدی کی مہارت دیکھئے کہ جب نظام مصطفیٰ کی تحریک چل رہی تھی تو یہ ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کے خلاف بدزبانی میں حکومتی آواز میں آواز ملا کر اشتراکیت کے بول بول رہا تھا۔ پھر اس کی تلون مزاجی دیکھئے کہ جس بھٹو کے خلاف فتویٰ بازی کی اس کے ساتھ نہ صرف خود شریک رہا بلکہ اقتدار کے مزے لوٹے ،خود رویت ہلالی کمیٹیوں میں گیا اور اپنے جانشین کو بمعہ اس کی ٹوپی وداڑھی کے پیپلز پارٹی میں داخل کرا گیا جو آج تک بالواسطہ یا بلاواسطہ پیپلز پارٹی کا نفس امارہ ہے۔ وہ کون شخص ہے؟ مدیر ذی احتشام سمجھ گئے ہوں گئے، ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی (ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 24-25)

ایسے ہی لکھا:۔

جس کے بڑے زکام کا بہانہ بنا کر کے وعدہ خلافی کے عادی تھے ،جنہوں نے اپنے قائم کردہ دارلعلوم سے مولانا بدر عالم میرٹھی ،مولانا عبدلرحمان کامل پوری ،مولانا محمد یوسف بنوری کو نکال باہر کیا اور آج اس کی انانیت وفرعونیت کی نحوست نے مدرسہ کی عمارت میں چمگادڑوں کی شکل کر کے دارلعلوم کو کسی کافر کی قبر کی طرح ویران کردیا ہے (ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 26)

اب اس سے کون مراد ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے دیوبندی مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

ان سطور میں اس حرام الدہر احراری کی منہ کے راستے اجابت کا روایتی انداز اور وہ ہزیان گوئی اور بکواس جو حکیم الامت حضرت تھانوی کے بھانجے اور شیخ الاسلام علامہ عثمانی کے سیاسی جانشین مولانا احتشام الحق تھانوی کی شان اقدس میں کی گئی (ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 24)

سیاح الدین کا کاخیل کے حوالے سے احتشام الحق صاحب لکھتے ہیں:۔

آپ کے خط کے بہت سے بے جوڑ اجزاء ہیں مگر انہیں سمیٹنے سے دو باتیں اصل مدعا معلوم ہوتی ہیں۔ایک بھٹو کی حمایت پر ملامت، دوسری قومی اتحاد کی مخالفت پر سوء خاتمہ کا اندیشہ (ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 35)

ظفر احمد عثمانی

دیو بندی مصنف اپنے دیو بندی بھائی سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:۔

یہ تو تم ہی نا عاقبت اندیش اور خوف خدا اور فکر آخرت سے عاری لوگ ہو جنہوں نے صاحب اعلاء السنن۔۔حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمہ اللہ کو ابو المرتد اور ابن المرتد کہا اور سن 1970ء میں کوثر نیازی کے ساتھ پیپلز پارٹی (جو اس وقت خالص سوشلزم کا نعرہ لگانے والی تھی) اس اسلام دشمن ہارٹی کے مشترکہ اسٹیج پر مولانا ضیا القاسمی نے دارالعلوم کراچی کے دروازہ کے سامنے بھرے جلسہ میں کہا تھا کہ بھٹو کا پیشاب مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مفتی محمد شفیع اور مولانا ظفر احمد عثمانی (رحمہم اللہ) کی داڑھیوں سے زیادہ مقدس اور پاک ہے (ایک گمنام خط اور تلخ حقائق ص 43)

قاری طیب

انظر شاہ کاشمیری لکھتے ہیں:۔

ایک بے سرو پا نہیں بلکہ فحش داستان متعفن لب و لہجے میں بعنوان امریکہ میں مولانا محمد طیب کی عشق بازیاں اپنے اخبار میں شقاوت ازالی کا مظاہرہ کیا (مقالات حکیم الاسلام ص 22)

ایسے ہی رقم طراز ہیں:۔

ان کے سب سے بڑے حریف نے ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہہ ڈالا کہ: مجھے اندیشہ ہے کہ مہتمم صاحب کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوگا (مقالات حکیم الاسلام 23)

نیز:۔

اسی حریف کو بنگلہ دیش میں عام و خاص نے گھیر کر پوچھا کہ مہتمم صاحب جیسے دیرینہ خادم کو دارلعلوم سے کیوں جدا کیا؟ تو ظالم کا جواب تھا کہ: مہتمم صاحب دارلعلوم سے نکالنا دینی فرض ہوگیا تھا چونکہ انہوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا (مقالات حکیم الاسلام ص 24)

ایسے ہی ناقل ہیں:۔

تیسرے دارلعلوم کے خزانے سے ایک الاکھ چھتیس ہزار روپے کی چوری کے مرتکب خود مہتمم صاحب تھے، (مقالات حکیم الاسلام ص 24)۔۔۔۔۔جاری ہے

## اکابر دیوبند کے باغی دیوبندی

(جاوید خان)

امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ لفظ مولانا کہنے کی خاص تنبیہ انکے حکم الامت اشرف علی تھانوی نے کیا ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے قاری طیب دیوبندی کہتا ہے

:۔

ایک دن حضرت تھانوی کی مجلس میں غالباً خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب نے یا کسی اور نے یہ لفظ کہا کہ احمد رضا یوں کہتا ہے، بس حضرت بگڑ گئے، فرمایا عالم تو ہیں، ہمیں توہین کرنے کا کیا حق ہے۔ کیوں نہیں تم نے مولانا کا لفظ کہا، غرض بہت ڈانٹا ڈپٹا۔ بہر حال ہم تو اس طریق پر ہیں کہ قطعاً

ان کی بر حرمتی جائز نہیں سمجھتے، کافر فاسق سمجھنا تو بڑی چیز ہے" (خطبات حکیم الاسلام جلد 9 صفحہ 208)

قارئین کرام یہ دیکھے تھانوی صاحب تو اپنے ماننے والوں کو تنبیہ کر رہے ہیں کہ صرف احمد رضا مت کہو وہ عالم ہے ہمیں توہین کرنے کا حق نہیں ہے انکی بے حرمتی قطعاً جائز نہیں سمجھتے کافر فاسق تو بڑی چیز ہے مولانا کہا کرو. لہٰذا دیوبندی کو چاہیے کہ وہ اپنے حکیم الامت کی بات کو مانے انکے نقش قدم پر چلے بقول دیوبندی اسی پر نجات ہے. اسی طرح رفیع عثمانی دیوبندی صاحب اپنی کتاب میں عنوان قائم کرتے ہیں:۔

جو اکابرین دیوبند کے نقش قدم پر نہ چلے وہ مسلک دیوبند سے ہٹا ہوا ہے (مسلک دیوبند کسی فرقے کا نہیں اتباع سنت کا نام ہے، ص 39)

تو دیوبندیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے تھانوی صاحب کے نقش قدم پر چلے ورنہ اپنے آپ کو دیوبندیت سے خارج تسلیم کریں۔

دیوبندیوں کے امام رشید احمد گنگوہی صاحب جن کی اتباع پر نجات موقوف اور وہ خود کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کی زبان سے کبھی بھی جھوٹ نہیں نکلوائے گا تو گنگوہی جی نے اپنے ماننے والے کو یہ نجات حاصل کرنے کا پتا دیا ہے ان سے سوال ہوا.

سوال: بینک میں روپیہ جمع کرنا جب کہ سود نہ لیوے جائز ہے یا نہیں؟ جواب: بینک میں روپیہ داخل کرنا نا درست ہے خواہ سود لے یا نہ لے (تالیفات رشیدیہ، ص 411)

مجھے اس فتوے پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھدار خود سمجھتے ہے. دیوبندیوں بتاؤ کہ تم اپنے امام کے فتوے پر کتنا عمل پیرا ہو جب کہ بقول اسی کے اسکی اتباع پر نجات موقوف ہے تو تم تو نجات سے محروم ہو گئے ہو. رفیع عثمانی دیوبندی صاحب اپنی کتاب میں عنوان قائم کرتے ہیں جو اکابرین دیوبند کے نقش قدم پر نہ چلے وہ مسلک دیوبند سے ہٹا ہوا ہے (مسلک دیوبند کسی فرقے

کا نہیں اتباع سنت کا نام ہے، ص 39) اب دیوبندیوں کو چاہیے یا تو اس فتوے عمل کریں یا اپنے اکابرین دیوبند کا باغی تسلیم کریں۔۔۔۔۔۔۔جاری ہے

## چیلنج قبول ہے (سیف رضا)

مفتی نجیب دیوبندی کی وکالت کرتے ہوئے Sana Ullah Khan دیوبندی صاحب نے ایک ویڈیو شیئر کروائی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مفتی نجیب اپنے گھر میں بیٹھ کر ڈاکٹر اشرف جلالی صاحب اور علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب کو مناظرے کا چیلنج دے رہا ہے۔۔۔پہلی بات اور اصولی بات تو یہ ہے کہ جلالی صاحب و اوکاڑوی صاحب جیسے نامور علماء کو نجیب جیسے گمنام بندے کیجانب سے چیلنج دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سستی شہرت کا بھوکا مولوی اپنی ماند پڑتی دکانداری چمکانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔۔۔نجیب دیوبندی کی دو ٹکے کی اوقات نہیں یہ بس گھر میں چھپ کر چیلنج بازی کر کے دیوبندی اندھوں میں کانا راجہ بننا چاہتا ہے۔۔۔ہم نے جناب ثناء اللہ صاحب سے فرمایا کہ اگر واقعی نجیب دیوبندی اپنے چیلنج میں سچا ہے تو اپنا چیلنج مولوی الیاس گھمن دیوبندی کے اصول وضوابط کی روشنی میں اپنے لیٹر ہیڈ پر لکھ بھیجے ہمیں مفتی نجیب دیوبندی سمیت ہر دیوبندی کا مناظرے کا چیلنج قبول ہے۔۔۔۔اب دیکھتے ہیں کہ غیرت کا پیالہ کس دیوبندی نے پیا ہے اور کون مناظرے کے چیلنج کی تحریر دیتا ہے۔۔۔۔ویسے ہم جانتے ہیں کہنا خنجر اٹھے گا نا تلوار ان سے یہ دیوبندی ہمارے آزمائے ہوئے ہیں۔(1)[۱]

---

۱ حوالہ اگلے مضمون میں ملاحظہ کریں۔

# ایک چیلنج کا جواب

(وقار امینی)

قارئین ! دیوبندی وہابی بدعتی گستاخوں کی جانب سے ایک کتاب شائع کی گئی ہے جس میں اہلسنت کے علماء کو دیوبندی حضرات کی کفریہ عبارات پہ مناظرہ کا چیلنج دیا گیا ہے، مضمون ہذا میں ہم اس چیلنج پہ چند معروضات اپنے ناظرین کے روبرو پیش کرتے ہیں۔اس کے متعلق سب سے پہلی بات تو یہ عرض ہے کہ عبارات پر مناظرہ کرنا یہ دیوبندیوں کے بس کا روگ نہیں، بلکہ یہ ہمیشہ سے ہی ڈرتے ہیں، جیسا کہ محمود عالم صفدر لکھتے ہیں:۔

''دیوبندی حضرات کے ذہن میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ عبارات پر مناظرہ کرنا مشکل کام ہے اس لئے وہ اس سے احتراز کرتے ہیں'' (بریلویت سے چند یادگار مناظرے ص ۱۰۳)

اس لئے جب گھمن صاحب نے یہ رقم کیا:۔

''قارئین ذی وقار! سات عدد حالوں سے معلوم ہو گیا بریلویوں کی طرف سے اکابر اربعہ پر فتویٰ کفر کی بنیاد حسام الحرمین ہے۔لہذا اسی حسام الحرمین پر ہی گفتگو کی جائے'' (حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ص 29)

تو ہم حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے کہ علماء دیوبند میں یہ ہمت کہاں سے آ گئی کہ وہ حسام الحرمین پہ گفتگو کے لئے رضا مند ہو گئے کیونکہ ان کا ماضی گواہ ہے کہ ان کے اکابر تک ان عبارات پہ مناظرہ سے گریز کرتے رہے بلکہ اشرف علی تھانوی صاحب ساری زندگی امام اہلسنت کے سامنے نہ آ سکے، جس کی تفصیل فتوحات رضویہ میں موجود ہے، اس لئے ہمارا مستعجب

ہونا بجا تھا،لیکن جب ہم نظر سے مندرجہ ذیل عبارت گزری تو ہماری ساری حیرت کافور ہوگئی:۔

''سب سے پہلے فاضل بریلوی کے کفر وایمان پر بات ہوگی پھر حسام الحرمین پر کیوں کہ مصنف کا ذکر اور حالات کتاب سے پہلے ہوتے ہیں''(حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ص ۹۳)

اس سے واضح ہوا کہ موصوف کا اردہ عبارات پہ بات کرنے کا ہرگز نہیں بلکہ خلط مبحث کرنے کا ہے اور یہی کام چیلنج دینے والے ان کے لے پالک حضرات کریں گے،اس لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ جو چیلنج آپ نے کیا ہے وہ تحریری طور پہ ہمیں بھجیں، کیونکہ گھمن صاحب لکھتے ہیں:۔

''ان سے یہ بات کہی جائے کہ چیلنج تحریری طور پر لکھ کر دیا جائے اگر وہ دے دیتے ہیں تو آپ بھی تحریری طور پر قبول کرلیں''(حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ص ۸۸)

یہی الیاس گھمن دیوبندی لکھتے ہیں:۔

اہل باطل جب مناظرہ کا چیلنج دیں تو ان کو کہا جائے کہ اپنی جماعت کے لیٹر پیڈ پر یہ چیلنج تحریری طور پر دیں جس پر ان کے چند معتبر آدمیوں کے دستخط ہوں۔ان کے چیلنج کی دی ہوئی تحریر اپنے پاس محفوظ رکھ لیں اور ان کے چیلنج کے جواب میں یہ تحریر لکھ دیں کہ فلاں فلاں غیر مقلد نے ہمیں تحریری طور پر ہمیں مناظرہ کا چیلنج دیا ہے،ہم اس چینج کو قبول کرتے ہیں۔صرف زبانی چیلنج پر اکتفاء نہ کریں(اصول مناظرہ،ص 7)

دیوبندی مولوی سیف اللہ تونسوی لکھتے ہیں:۔

جب بھی کوئی باطل فرقہ مناظرہ کا چیلنج دے تو ان سے مطالبہ کریں کہ اگر واقعی وہ مناظرہ'' کرنا چاہتے ہیں تو اپنے جماعتی پیڈ یا عدالتی اسٹامپ پیپر پر لکھ کر با قاعدہ چیلنج دیں،جس پر ان کے ذمہ داران کے دستخط ہوں.ساتھ شناختی کارڈ کی کاپی بھی ہوتا کہ آپ کے پاس ثبوت ہو کہ پہل ان کی طرف سے ہوئی ہے(مناظرہ کے اصول وآداب،ص 81)

پھر جس گروپ کی جانب سے یہ چیلنج شائع ہوا ہے وہ گھمن صاحب کے ممدوح ہیں،اور گھمن

صاحب دیوبندیوں کے نزدیک بدعتی ہیں، جس کی تفصیل میثم قادری صاحب کی کتاب لاجواب مولوی الیاس گھمن دیوبندی اپنے کرادر کے آئینے میں'' موجود ہے۔ لہذا جب تک یہ حضرات اپنے اصول سے جماعتی سطح پہ علمای دیوبند کا نمائندہ ہونا ثابت نہیں کرتے ،تب ان کی چیلنج بازی محض ہوائی سمجھی جائے گی۔ پھر عبدالجبار سلفی لکھتے ہیں :۔

''آج کل رواداری بالکل مفقود ہے، دریں حالات مناظرہ کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے ،خصوصا کم علم مناظرین جو انعامی چیلنج بازیاں کرتے ہیں ، بیہودی زبان استعمال کرتے ہیں ۔۔۔۔۔ان ناگفتہ بہ حالات میں امکانی حدتک مناظرے سے اجتناب کرنا چاہئے'' (احوال دبیر ص ۲۰۵)

اس حوالہ سے واضح ہوا کہ انعامی چیلنج بازیاں اور بھیودہ زبان استعمال کرنے والے حضرات کم علم مناظرین ہیں جن سے مناظرہ سے احتراز کرنا چاہئے ،لہذا یہ گروپ بھی انہیں خصلتوں سے لبریز ہے اور اپنے گھر کی کتب کی روشنی میں مناظرہ کے قابل نہیں (جاری ہے۔۔۔۔)

## دیوبندیوں کی اکابر پرستی

فقیر غازی

قارئین کرام جشن میلادالنبی کی مخالفت زور شور سے تھانوی کے حصہ میں چھانٹ چھانٹ کر آنے والے احمقوں نے کی۔ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :۔ "چھانٹ چھانٹ کر تمام احمق میرے ہی حصّے میں آ گئ" (افاضات الیومیہ: جلد 1،ص 357) مزید فرماتے ہیں: "سارے بدفہم اور بد عقل میرے ہی حصہ میں آ گئے۔" (افاضات الیومیہ: جلد 4،ص 59) (جن کا علم پاگل جان ور گدھے بیل جیسا ہے بقول تھانوی صاحب) دیوبندیوں کی اکابر پرستی پر ایک سلسلہ شروع کر رہے ہیں۔ یہ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ جیسے جیسے وقت ملے گا اسکی مزید اقساط بھی پیش کی

جائینگی مولوی رشید احمد گنگوہی جن کی مداح سرائی میں ان کے خلیفہ سوان نگار مولوی عاشق الہی میرٹھی فرماتے ہیں "قطبا لعالم قدوۃ العلماء، غوث الاعظم، اسوۃ الفقہاء، جامع الفصائل والفواضل العلی، مستجمعا لصفات والخصائل نبی السنیہ، حانی دین مبین مجدد زمان، وسیلتنا الا اللہ الصمد الذی لم یلد ولم یولد، شیخ المشائخ، مولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی۔" (تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ 2 کتبہ بدر العلوم این پی 8۔16 جون مارکیٹ کراچی۔غازی) یہ بار بار مطالعہ کیجئے اور گنگوہی صاحب کے مدارج علیا ومناصب عالیہ پر غور کریں کم از کم تمام وہابیہ دیابنہ کے قطب العالم اور غوث الاعظم اور جدو زمان ہر فضل وکمال کے جامع ہیں عاشق الہی صاحب دوسری جگہ پر فرماتے ہیں" ہندوستان کے گوشہ گوشہ اور دیگر مما لک کے مشاہیر بلاد میں ہی مضمون صاف کر دیا تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کا توکل میں صبر وقناعت میں ریاضت و عبادت میں تقوی وطہارت میں مجاہدہ میں استقامت میں استغنا میں حب فی اللہ بغض فی الہ میں جس طرح کوئی مثل نہیں اسی طرح تبحر علمی میں وسعت نظر میں تفقہ میں تحدیث میں عدالت و ثقاہت میں حفظ واتقان میں فہم وفراست میں اور روایت ودرایت میں بھی کوئی نظیر نہ تھا پس ایسے بے نظیر شیخ وقت اور بے عدیل میں قطب زمان کی سوانح کوئی لکھے تو کیا تھے بھلا جس مجسم نور (نبی نور نہیں مگر گنگوہی صاحب ہیں (غازی) اور سرتا پا کمال کا عضو عضو اور رواں رواں ایسا حسین ہو کے عمر بھر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے بھی سیری نہ ہو سکے اس کے کوئی محاسن بیان کرے تو کیا بیان کرے۔" (تذکرۃ الرشید جلد اول صفحہ 3 مکتبہ بحر العلوم اینپی 16۔/ ۱۹ غلام شاہ اسٹریٹ جونا مارکیٹ غازی) الغرض مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی دھرم میں تمام صفت کمال کے جامع ہی نہیں بلکہ تمام صفات کمال میں بے مثل و بے نظیر ہیں اور جسم نور ہیں اگر مسلمان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نور کہے تو اس کو مشرک و بدعتی کا خطاب عطا کر دیا جائے اور تنبیہ کی جائے کہ وہ نور نہیں بلکہ ہماری طرح بشر ہیں مگر رشید احمد گنگوہی نور ہی نہیں مجسم نور ہیں سارے دیوبنسی اس پر

راضی کسی کو مطلقا اس پر کوئی اعتراض نہیں ملاحظہ فرمائیے کہ وہابیوں دیوبندیوں کے قطب العالم غوث الاعظم امام ربانی رشید احمد گنگوہی کیا کہا ہے عدیل و بے نظیر تقوی وطہار تصداقت وعدالت، ثقاہت وفراست ودیانت کا نمونہ ازخروارے کی تابش کمال جس کیتابانی سے چشم خردمندان خیرہ ہوجائیں۔ حضرت شیخ محدث مولانا عبدالحق فرماتے ہیں:" کچھ لوگ اس جگہ یہ اشکال لاتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور نے فرمایا میں بندہ ہوں میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے اس کلام کی کوئیاصل نہیں اور نہ اس قسم کی کوئی روایت وارد ہے۔" (مدارج النبوت صفحہ 19 مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی۔ غازی) بے عدیل اور بے نظیر اوصاف حمیدہ مذکورہ کی ملمع سازی کو ملاحظہ فرمائیں اور جرات پیکانہ کی داد دیکھیے ہیں رشید احمد گنگوہی اوران کے رفیق کارکس کاریگری سے فتن سامانیاں پیدا فرماتے ہیں لکھتے ہیں:" شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم ہیں" (براہین قاطعہ صفحہ 51 کتب خانہ دیوبند) غور فرمائیے کہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرمائیں کہ اس کلام کی کوئی اصل نہیں اور نہ اس قسم کی کوئی روایت وارد ہے مفتری کذاب نے کیسی چابکدستی سے شیخ محقق پر ایسا قبیح بہتان لگا اور طوفان ظلمت کا سامان مہا کر دکھایا واقعی اس جیسا ہے عدیل اور بے نظیر کذاب و مفتری زمانے بھر میں کوئی نہیں ہوگا بے شک یہ کذب وافتراء فریب میں بے نظیر ہیں اس کی شخصیت اور اصلیت کو واضح اور روشن کرنے کیلیئے یہ ایکعبارت ہی کافی ہے اسی طرح کوئی دوسرا دیوبنسی قرآن کریم سے آیت کریم قالت الی ود عزیر ابن اللہ سے قالت الیود کو چھوڑ کر صرف عزیر ابن الہ لکھے گا اور کہتا پھرے کہ معاذ اللہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور قرآن کریم کو سند بتائے گا (معاذ اللہ) یہ چابکدستیاں ان کیلیئے کچھ بھی نہیں! (غازی) البتہ قطب العالم وہابی غوث الاعظم دیوبندی کی ہے عدیل و بے نظیر تبحر علمی وسعت نظری وتفقہ فی الدین کا نمونہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ مومنین کی صفت خاصہ کے متعلق اللہعز وجل ارشاد فرماتا ہے۔ للمتقین الذین یؤمنون بالغیب۔"

یعنی ان (قرآن) میں ہدایت ہے متقین کیلئے وہ جو غیب (بے دیکھے) پر ایمان لائیں۔اور ایمان نام ہے تصدیق کا جب علم ہی نہ ہوا تو تصدیق کس بات کی کریں گے؟ غیب کا جانے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے پسندیدہ رسولوں کے۔سورہ جن 26۔27 معلوم ہوا کہ اللہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے۔رسول غیب کی خبریں بتاتے ہیں جو انکی تصدیق کرتے ہیں وہی مومن ہیں۔سچی خبر کے ساتھ علم حاصل ہو جاتا ہے۔اس لئے انبیاء کرام کو علم غیب حاصل ہے۔دیوبندیوں کے غوث الاعظم گنگوہی صاحب (ویسے غوث الاعظم کہنا دیوبندی مذہب میں شرک ہے مگر اپنے گھر میں عین ایمان) فرماتے ہیں:" حضور کو علم غیب نہ تھا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے"(فتاوی رشید کامل صفحہ ۹۲۔غازی) یہی غوث الاعظم دیوبند رشید احمد گنگوہی دوسری جگہ لکھتے ہیں علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالی کے اس کو کوئی نہیں جانتا خود اللہ تعالی فرماتا ہے وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالی ہی کے پاس علم غیب ہے کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔پس علم غیب غیر اللہ کے لئے ماننا صریح شرک ہے (فتاوی رشیدیہ کامل صفحہ 92) یہ بالکل صحیح ہے کہ علم غیب ہو یا علم شہادت سب کا عالم اللہ تعالی ہی ہے مگر یہ کہاں فرمایا کہ اللہ تعالی کسی کو علم غیب نہیں دیتا یا نہیں دے سکتا پھر اگر نہیں دیتا یا نہیں دے سکتا تو تم لوگ جو مولوی کہلاتے ہو اور اپنے عالم ہونے کا دعوی کرتے ہو اگر اللہ عزوجل نہیں دیتا تو تمکس دوکان سے خرید کر یا کسی مکان سے چوری کے عالم بن گئے ارے جس اللہ نے تم کو علوم شہادت سے نوازا اس حق تعالی نے اپنے رسولوں کو علوم غیب عطا فرمائے۔علم صفت ہے حضور موصوف (غازی) جب موصوف کو اللہ عزوجل نے مبعوث فرمایا تو ان کو علم غیب بھی عطا فرمایا نا رسول واجب ازلی وقدیم نا انکا علم ذاتی اور ازلی قدیم ہے۔اب ذرا دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی سنیں وہ لکھتے ہیں:" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا

جاتا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب ہے امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے حاصل ہے' (حفظ الایمان صفحہ 7۔ مکتبہ تھانوی دفتر الابقاء بندر روڈ کراچی) سارے وہابی دیوبندی اصاغر وا کابر مل کر اس امر کا فیصلہ کریں کہ دیوبندیوں کا غوثاعظم گنگوہی علم غیب غیر اللہ کیلئے ثابت کرنا شرک صریح بتائے اور دیوبندیوں کا حکیم الامت علم غیب کو ہر زید و عمر و بلکہ مجنون۔ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے ثابت ہی نہیں بلکہ حاصل بتائے علم غیب تو بہر حال علم غیب ہی ہے بعض ہو یا کل ہے تو علم غیب ہی۔ (غازی) جسکو گنگوہی صاحب صریح شرک کہیں۔ اگر تمھارے غوث الاعظم گنگوہی صاحب حق پر ہیں تو تمہارے حکیم الامت اشرف علی صاحب باطل پر ہوئے اور مشرک ہوئے اور اگر اپنے حکیم الامت کی پاسداری منظور اور تمہارے نزدیک تمہارے حکیم الامت حق پر ہیں تو تمہارے غوث اعظم رشید احمد گنگوہی پکے کافر ہوئے۔ اب کسی پر کیا حکم لگاتے ہیں؟ کون مسلمان ہے کون ک اف ر۔ کون مومن کون مشرک؟ یہ گنگوہی و تھانوی کے مقلدین فیصلہ کریں اور ہمیں اپنے فیصلے سے آگاہ کریں۔۔۔۔ جاری ہے

نوٹ: الحمد اللہ عزوجل یہ ہماری پہلی کوشش ہے کوئی کتابت کی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع کریں

ZARBEAHLAYSUNNAT@GMAIL.COM